قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

مئی ۱۹۹۷ء

مئی ۱۹۹۷ء

ماہنامہ

المرشد

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے۔ نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے۔ نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے۔ نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے۔ نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے۔ نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

www.QuranTafseer.net

الحمد للہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراً سن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

تصوّف کیا ہے؟

لُغت کے اِعتبار سے تصوّف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اِعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اِس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النّیّت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصولِ رضائے اِلٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ اور آثارِ صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت مِلتا ہے۔

(دلائلِ السّلوک)

ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ بمطابق مئی ۱۹۹۷ء

جلد ۱۸ شمارہ ۱۰

ماہنامہ

المرشد

لاہور

سی۔پی۔ایل۔نمبر 3

مدیر: تاج رحیم ۔ سرکولیشن مینجر: راناجاوید احمد

اس شمارے میں

اداریہ بلاسودی بینکاری نظام	تاج رحیم	۳
مقصدِ نبوت	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
عید قربان	"	۱۵
ذکر سے ملے وجودِ زندگی	"	۳۰
معراج کی حقیقت	"	۳۱
آپ نے پوچھا	"	۳۷

ناشر: پروفیسر حافظ عبدالرزاق ۔ انتخاب جدید پریس لاہور فون: ۶۳۱۴۳۶۵

پتہ: ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون ۵۱۸۰۴۶۷

ماہنامہ **المرشد**

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشرو اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)

ناظر اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۱۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

بلاسودی بنکاری نظام

چند ہفتے پیشتر وزیر اعظم پاکستان نے سود سے پاک بنکاری نظام قائم کرنے کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل کا اعلان کیا تھا اور یہ کہ تمام اسلامی دنیا سے اس سلسلے میں ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ اعلان تو بہت خوش آئند ہے لیکن چند خدشات ایسے ہیں جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ یوں کہ

۱۔ یہ اعلان بھی وزیر اعظم کے ان بے شمار اعلانات کی طرح نہ ہو جو اخبارات کی شہ سرخیوں کے سوا اور کچھ نہ بن سکے۔

۲۔ اگر اس مقصد کے لئے کمیٹی بٹھا دی گئی تو وہ بھی روایتی کمیٹیوں کی طرح نہ ہو جو ایک مرتبہ بیٹھ جاتی ہیں تو اس حکومت کے خاتمے تک اٹھنے کا نام نہیں لیتیں۔

۳۔ اگر یہ کمیٹی کچھ کام کر دکھائے اور تجاویز کی کوئی رپورٹ تیار کر لے تو وہ تجاویز بھی ان رپورٹوں کا حصہ نہ بن جائے جو کروڑوں اربوں کے اخراجات کے بعد دیمک کی خوراک بن چکی ہیں۔

۴۔ اگر ماہرین کی محنت ان تمام طلسماتی رکاوٹوں کو پار کر کے میدان عمل میں آ جائے تو یہ نہ ہو کہ بلاسودی نظام کو سودی نظام کے ساتھ ساتھ چلانے کی کوشش کی جائے کہ اللہ بھی خوش رہے اور عالمی مالیاتی اداروں کے آقا بھی خوش رہیں۔

یہ خدشات اتنے پریکٹیکل ہیں کہ اس وطن عزیز کی پچاس سالہ تاریخ اس سے بھری پڑی ہے اور پھر ان کو سر کرنے کے لئے دین اسلام پر جس پختہ ایمان اور عقیدے کی ضرورت ہے۔ جس خلوص نیت اور پر عزم ارادے کی ضرورت ہے' وہ حکومت کے کارکنان میں دور دور تک نظر نہیں آتا۔ اس لئے اس اعلان کے ساتھ خوشگوار توقعات وابستہ کرنا خوش فہمی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

تاج رحیم

مقصدِ نبوت

مولانا محمد اکرم اعوان

قرآن حکیم جو تصور نبوت کا دیا ہے اور رسالت کا دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہر نبی صرف اس لئے مبعوث ہوا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت کی دعوت دے اور اللہ کے علاوہ کسی بھی دوسرے کی عبادت سے روک دے۔ اللہ جل شانہ کے ساتھ اللہ کے بندوں کا تعلق پیدا کرے اور دنیا کی زندگی میں رہنے کے طریقے سکھائے جو اللہ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ جس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی رضا نصیب ہو اور اس کی دائمی اور اخروی زندگی کامیابی سے ہم کنار ہو کسی قوم کی محض بیماری ٹھیک کرنے کے لئے کوئی نبی کبھی مبعوث نہیں ہوا اور تخلیقی طور پر اللہ نے ہر بندے میں یہ استعداد رکھ دی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر یا ایک دوسرے سے سمجھ کر سیکھ جاتا ہے۔ دنیا کے جتنے فنون ہیں ان کو سکھانے اور سیکھنے کے لئے کسی کا مسلمان ہونا یا نیک ہونا بھی ضروری نہیں ہے بہت بڑا فن ہے میڈیکل سائنس اور آج کل اپنی عروج پر ہے کہ وہ دل تک بدل دیتے ہیں گردہ تبدیل کر دیتے ہیں آنکھ بدل دیتے ہیں مرے ہوئے بندے کی آنکھ زندہ کو لگا دیتے ہیں اور ایک کا ہاتھ دوسرے کو اور کسی کی ٹانگ کسی اور کو جوڑ دیتے ہیں اتنے بڑے فن کے لئے ضروری نہیں کہ بندہ مسلمان ہی ہو سیکھ سکتا ہے یا نیک ہی ہو تو سیکھ سکتا ہے یہ محض انسانی فن ہے جس بندے کا ذہن صحیح ہو اور اسے تربیت یا اسے سکھانے والے ملیں وہ سیکھ لیتا ہے۔ جو چیز عقل سے دریافت ہو سکتی ہے اور جس میں کسی آسمانی رہنمائی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے مدارس مل جاتے ہیں ان کے لئے نبی معبوث نہیں ہوتے۔ نبی اس سوال کے لئے مبعوث ہوتے ہیں جس کا جواب عقل کی رسائی سے بہت بلند ہوتا ہے اور جب وہ جواب ملتا ہے تو عقل اس کی تائید کر سکتی ہے اس کی تائید میں دلائل تلاش کر سکتی ہے توحید باری کے دلائل دنیا میں ہیں نظام کائنات کو دیکھ کر

توحید باری کے دلائل دنیا میں ہیں نظام کائنات کو دیکھ کر اللہ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے لیکن جب تک نبی نہ بتائے کہ اللہ کیسا ہے یہ دلائل بتا نہیں سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کچھ لوگ ایسے تھے جو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے اور اس ساری مشرکانہ رسومات سے الگ رہتے تھے جن کا ذکر سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے لیکن ان سب کے پاس یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ کس بات سے راضی ہے اللہ کس بات سے ناراض ہوتا ہے اس کی ذات کیسی ہے اس کی صفات کیا ہیں۔ وہ صرف یہ جانتے تھے کہ بتوں کی پوجا کی جاتی ہے یہ تو خود پتھر ہیں جنہیں ہم تراش لیتے ہیں جن موہوم خداؤں کو بلایا جاتا ہے ان کا جب وجود ہی کوئی نہیں تو ان کی پوجا کا کیا فائدہ یہ بنانے والی چلانے والی کوئی ہستی ہے وہ کون ہے وہ کیسی ہے وہ کس بات سے راضی ہے کس بات سے خفا ہوتا ہے اس کی رضا کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے موت زندگی کے خاتمے کا نام ہے یا کسی نئی زندگی کی آمد کا نام ہے یا موت کے پردے کے پیچھے کیا چھپا ہوا ہے بندے کے ساتھ کیا معاملہ ہو گا بندہ کہاں سے آیا بندے کو کدھر جانا ہے ان سوالوں کا جواب کسی کے پاس نہیں نہ میڈیکل سائنس اس کا جواب دے سکتی ہے نہ فلسفہ جواب دے سکتا ہے نہ تاریخ نے دیا نہ کسی دانشور نے دیا نہ دنیا کے کسی مدبر نے دیا یہی بات ظفر علی خان مرحوم نے اپنے شعر میں ارشاد فرمائی کہ

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

یعنی ساری کائنات جس گتھی کو سلجھانے سے قاصر تھی اس کا پتہ ایک جملے میں محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے دے دیا کہ لاالہ الا اللہ۔

اب یہ لاالہ الا اللہ جو ہے اس کی دلیل کیا ہے۔
اور اس کو پانے کے لئے ہمیں کرنا کیا ہے یہ زندگی کیا ہے موت کیا ہے اور مابعد الموت کیا ہے اس سارے کا پتہ ملے گا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سائنس نے ڈیڑھ ہزار سال بعد اقرار کیا ہے کہ روح نام کی کوئی شے ہے بڑی مشکلوں کے بعد یہاں تک پہنچی ہے کہ واقعی کوئی چیز ہے اس کی دلیل بھی سائنس کے پاس ہے کہ جب یہ اعضاء کی پیوند کاری کی گئی کسی مرنے والے کی آنکھ دیکھنے سے محروم ہو گئی ہے مرنے والا تو دنیا کی کوئی چیز نہیں دیکھ رہا تھا لیکن جب وہ آنکھ کسی زندے میں لگائی گئی اور اس کے وجود کے ساتھ جس میں روح موجود ہے اور زندہ ہے جب اس کے ساتھ اس کا رابطہ ہوا تو دیکھنے لگ گئی یہاں سے سائنس دانوں نے یہ اخذ کیا کہ وجود میں جو مردہ ہے اور جو زندہ ہے اس میں کسی چیز کا اختلاف ہے مردہ جسم سے کوئی چیز چلی گئی آنکھ نہیں دیکھ رہی ورنہ اس میں باقی سارے وجود کہ اعضا و جوارح تو موجود تھے زندہ وجود میں لگائی گئی تو اسی آنکھ نے دیکھنا شروع کر دیا شاید وہی روح ہے اس سے زیادہ سائنس کے پاس ابھی تک کوئی خبر نہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روح سے لے کر بندے کی پیدائش اس کی تخلیق اس کی زندگی اس کی موت اور موت کے بعد کے حالات موت سے بعد کی زندگی قیام قیامت عذاب و ثواب اور دائمی اور ابدی زندگی تک کی ساری خبر مہیا فرمائی۔ اب ایک عام مسلمان جو پڑھا لکھا نہیں ہے جنگل میں بکریاں چراتا پھر رہا ہے وہ بھی یہ جانتا ہے کہ موت کیا ہے اور مرنے کے بعد میرے ساتھ کیا پیش آنا ہے اور اس کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے اتنا عام کر دیا اس کو بڑے بڑے فلاسفروں کو نہیں آتی تھیں آج وہ ایک ان پڑھ گڈریا بھی جانتا ہے یہ فلاسفی تو ہے مذاہب حقہ کی جس کے لئے اللہ کا رسول اور اللہ کا نبی مبعوث ہوتا ہے۔

ایک اہل مدینہ یا مہاجرین نر کھجور کا بیج لے کر ایک خاص حصہ مادہ کھجور میں پیوند کرتے تھے ڈھب لگاتے تھا اسے ڈھب لگانا کہتے تھا اس سے یہ ہوتا تھا کہ کھجور بہت زیادہ پھل دیتی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھئی اس کے لگانے سے کیا فرق پڑتا ہے درخت ہے جو پھل اس نے دینا ہے یہ دے گا نہ لگائیں تو بھی دے گا نہ لگا کر بھی دیکھ لیں تو کچھ لوگوں نے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا انہوں نے نہیں لگایا تو دوسروں کے پھل بہت زیادہ آئے اور ان کی کھجوروں میں پھل بہت کم آئے انہوں نے جاکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے وہ پیوند کاری نہیں کی تو پھل بہت کم آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے فرمایا انتم اعلمون بامور دنیاکم اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم یہ جو تمہارے اپنے دنیاوی کام ہیں ان میں تم مجھ سے بہتر سمجھتے ہو جس طرح زیادہ فائدہ ہوتا ہے اس طرح کر لیا کرو میں اس کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں میری بعثت کا مطلب آخرت ہے اخروی زندگی ہے اللہ سے تعلق ہے اپنے دنیاوی کاموں میں میں تمہیں حلال حرام بتا سکتا ہوں جائز و ناجائز بتا سکتا ہوں اللہ کس بات پہ راضی ہے کس بات پہ خفا یہ بتا سکتا ہوں لیکن کون سے کارخانے سے تمہیں کتنا نفع آئے گا یہ میرا موضوع نہیں ہے نہ میں اس کے لئے مبعوث ہوا ہوں نہ یہ میرا درد سر ہے۔

لیکن مذاہب باطلہ میں اور مذہب حقہ میں ہمیشہ ایک فرق رہا ہے مذاہب باطلہ میں کوئی بھی آخرت کا قائل نہیں ہے نہ کسی کے ساتھ آخرت کی کوئی خبر ہے اگر مر پیٹ کر کوئی موت کے بعد زندگی کا قائل ہے تو پھر وہ اواگون کا قائل ہے جو مرنے کے بعد پھر اسی دنیا میں پیدا ہو گا۔ آخرت کا تصور کسی کے پاس نہیں ہے تو عبادت کا حاصل جو ہے مذاہب باطلہ میں وہ دنیوی فوائد ہیں آپ کسی بھی مذہب باطلہ کو دیکھ لیں ان کی ساری عبادات کا حاصل یہ ہے کہ یہ عبادت کرنے سے

دنیا کا یہ فائدہ ہو گا وہ عبادت کرنے سے دنیا کا وہ فائدہ ہو گا اس بت کو سجدہ کرنے سے اولاد ملے گی اس پر چڑھاوا چڑھانے سے صحت ٹھیک ہو گی اسی طرح سے انہوں نے بانٹے ہوئے ہیں۔

مذہب حقہ میں بڑی سادہ سی بات بتائی گئی کہ انسان بہرحال محتاج ہے اور عاجز ہے لیکن اللہ قادر ہے مذہب کا کام ہے کہ بندے کا رابطہ براہ راست رب العلمین سے قائم کر دے۔ اب جہاں بندے کو رکاوٹ آتی ہے تکلیف ہوتی ہے مصیبت آتی ہے تو بجائے اس کے کہ وہ کسی کے دروازے پہ جبہ کشائی کرے وہ اپنے رب کے ساتھ بات کرے اپنے رب کو پکارے اپنے رب سے مانگے جو قادر ہے اور جو ہر کام کر سکتا ہے اور جو دے سکتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا گیا کہ ضروری نہیں کہ جو تم کہو اللہ کا نظام اسی طرح بدل جائے۔

اس لئے کہ تمہاری سوچ تمہاری نگاہ تمہارا علم سب کچھ محدود ہے اور اس کا نظام بہت وسیع ہے اللہ سے مانگنے کا حاصل یہ ہو گا کہ تم پر اللہ مزید مہربان ہو گا اور تم پر مزید راضی ہو گا اور تمہیں اس مانگنے کا اجر بھی دے گا انعام بھی دے گا ہو سکتا ہے وہ صورت حال ہی بدل دے ہو سکتا ہے وہ اسی صورت کو نہ بدلے تمہیں آخرت میں اجر دے یہ اس کی مرضی۔

اور مذاہب کی تاریخ میں یہ بات ہے کہ اکثر مذاہب جو حق سے بگڑ کر باطل کی طرف چلے گئے۔ جیسے آج ہمارے زمانے میں یہودیت اور عیسائیت دو مذہب موجود ہیں۔ جو اپنے زمانے میں اسلام تھے حق تھے اور کھرے تھے جب موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ان کا مذہب حق تھا اور اسلام تھا اسی کی بگڑی ہوئی شکل اب یہودیت موجود ہے۔ جو سراسر کفر ہے عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو وہ مذہب اسلام تھا حق تھا سچا تھا لیکن اب اس کی بگڑی ہوئی شکل ہمارے پاس موجود ہے جس میں شرک بھی ہے کفر بھی ہے اور ساری برائیاں موجود ہیں یہ مذاہب بھی تو جب بگڑے تو ان کے بگاڑ کی تہہ میں بھی یہی بات تھی کہ ان مذاہب کے ماننے والے آخرت سے تو غافل ہو گئے اور مذہب کو اور مذہبی شخصیات کو انبیاء علیھم السلام کو اور صلحاء کو نیک لوگوں کو بھی دنیا کے حصول کا سبب بنا لیا اور شروع والوں نے شاید دعائیں مانگی ہوں گی اور بعد والوں نے تصویریں بنالیں ہوں گی یا کسی نے بت بنا لئے اب دیکھیں کسی بڑے سے بڑے گرجا گھر میں جائیں وہاں آپ کو مقدس مریم کا بت بھی ملے گا عیسیٰ علیہ السلام کا بت بھی ملے گا اور بے شمار حواریوں کے بت بھی ملیں گے بلکہ میں نے یہ جا کر دیکھا ہے کہ انہوں نے اونٹوں گدھوں، گھوڑوں، گائیوں، بیلوں اور بھیڑ بکریوں کے بھی بڑے بڑے بت بنا کر رکھے ہوئے ہیں۔ یعنی وہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا جو ماحول ملتا ہے تاریخ میں وہ ماحول بتوں کے انداز میں پورے کا پورا بڑے بڑے ہالوں میں سجا کر بنایا گیا ہے اس میں بھیڑیں بھی دنبے ہیں چرواہے ہیں کوئی اونٹ والا ہے۔ کوئی گھوڑے والا ہے کچھ لوگ ہیں کچھ ان کے حواری ہیں ان کی والدہ ہے ان کا بچپن ہے بہت سا ایک جہان بنا کر بتوں کا رکھا ہوا ہے۔ لیکن اس سارے کا حاصل ان کے نزدیک دنیا کے فوائد ہیں وہاں بھی بہت بڑے گرجا گھر میں مختلف ڈیسک کر لوگ موم بتیاں جلاتے ہیں ایک موم بتی ایک ڈالر کی ہے دوسرے خانوں میں پانچ ڈالر والوں کی ہے تیسرے خانے میں جو دس ڈالر دے اس کی موم بتی ہے اس طرح سے انہوں نے وہ تقسیم کر رکھے ہیں خانے۔ جتنی کوئی نذر دیتا ہے اتنی اس کی قریب تر وہ بتی جلا دیتے ہیں یا ان بتوں کے سامنے دو زانو ہو کر دعا مانگ رہے ہیں۔ سجدہ کر رہے ہیں تو اس سارے کا حاصل ان کے دینوی فوائد ہیں۔ اللہ کریم نے ان آیات مبارکہ میں اس کو زیر بحث لایا ہے فرمایا

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا" و ھم یخلقون

عبادت کہتے ہیں نفع کی امید پر یا دفع مضرت کے لئے کسی کے رعب سے کسی کے ڈر سے کسی کے عذاب دینے کے خوف سے ڈر کر کسی کی نیاز مندی کا اظہار کرنا یا کسی سے نفع کے حصول کے لئے اس کی اطاعت کرنا اور جب یہ اطاعت اللہ کو چھوڑ کر اللہ کی نافرمانی کر کے کی جائے۔ تو پھر یہ عبادت بن جائے گی مثلاً" ہم امیر کی اطاعت کرتے ہیں کسی بزرگ کی بات مانتے ہیں تو یہ تب تک ادب رہے گی۔ جب تک شریعت کے حدود کے اندر ہے جب ہم اس کے کہنے پر شریعت کو چھوڑ کر اس کی بات مانیں گے تو پھر یہ اس کی عبادت بن جائے گی پھر یہ ادب نہیں رہے گا۔ ہم نے اللہ کی عبادت چھوڑ دی اور دوسرے کی عبادت شروع کر دی۔ ادب کی ایک حد ہے حاکم ہے شیخ ہے پیر ہے استاد ہے نیک آدمی ہے ماں باپ ہیں تو ان کی وہ بات مانی جائے جو اللہ کی اطاعت کے اندر ہو تو یہ ادب ہو گا احترام ہو گا لیکن اگر ماں باپ کے کہنے پر پیر کے کہنے پر کسی حکمران کے کہنے پر اللہ کی نافرمانی کرے گا تو وہ اس کی عبادت کرنے والا ہو گا اسے اس کا معبود سمجھا جائے گا اور یہ شرک ہے۔ صرف دوسرے کی نہیں جب ہم اپنی بات اپنے نفس کی بات مانتے ہیں اور اللہ کا حکم چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ نے اس کو بھی شرک قرار دیا اور فرمایا ایسے لوگ اپنی پوجا اپنی خواہشات کی پوجا کرتے ہیں میری بجائے۔ فرمایا افرایت من اتخذ الھہ ھواہ۔ آپ نے دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے معبود اپنی خواہشات کو بنا رکھا ہے اپنی خواہش کی عبادت کرتے ہیں تو گویا اللہ کا حکم چھوڑ کر اللہ کے سوا کسی کا بھی حکم اللہ کے مقابلے میں مانا جائے تو یہ ہوگی عبادت ہے غیر اللہ کی۔ اسلام نام ہے اللہ کی عبادت کرنا اور اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا تو فرمایا جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں دوسروں کی عبادت کرتے ہیں دوسروں سے نفع کی امید رکھتے ہیں ان میں اتنا شعور بھی نہیں ہے کہ جن کو وہ پکار رہے ہیں وہ خود مخلوق ہیں اور کسی چیز کے خالق نہیں ہیں یعنی بڑی عجیب عجیب بات ہے ایک قانون ارشاد فرمایا گیا کہ محتاج محتاج سے مانگے گا تو اسے کیا ملے گا۔

آپ نے دیکھا ان خانہ بدوشوں کو ان کے کبھی قریب جا کر دیکھئے تو گداگر خانہ بدوش جھگی والا وہ گاؤں کے ہر اس بندے کے دروازے پہ ہاتھ پھیلائے گا جو بڑا غریب بڑا مسکین ہو جس کے پاس کچھ نہیں دینے کو اور وہ اسے جھڑک کر واپس کر دے لیکن وہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا دوسرے جو جھگی والے ہیں خانہ بدوش اور گداگر ہیں ان کے پاس اگر منوں سونا بھی پڑا ہو تو ان کے دروازے پر بھیک مانگنے نہیں جائے گا کبھی نہیں جائے گا یہ ریکارڈ ہے کہ کوئی گداگر کسی دوسرے گداگر کے دروازے پر بھیک مانگنے نہیں جاتا۔ کیوں نہیں جاتا کہتا ہے یہ خود گداگر ہے مجھے کیا دے گا۔ اور دیتا بھی نہیں اب وہ کہتا ہے اس کے پاس اگر ہے بھی تو اس نے خود مانگ کے جمع کیا مجھے کب دے گا یہ تو خود گداگر ہے یہی چیز یہاں رب العالمین نے فرمائی۔

کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت کر لو آپ کسی فرشتے کی عبادت کریں آپ کسی نبی یا رسول کی عبادت کریں آپ کسی جن کی عبادت کریں آپ کسی پہاڑ یا پتھر کو پوجیں کسی دریا یا جانور کو پوجیں اللہ کے علاوہ ساری کائنات مخلوق ہے اور مخلوق خود اپنے وجود میں اپنے خالق کی محتاج ہے اپنے بننے میں محتاج ہے اپنی بقا میں محتاج ہے اپنی ضروریات میں محتاج ہے تو محتاج کی محتاج عبادت کر کے حاصل کیا کرے گا فرمایا والذین یدعون من دون اللہ۔ جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں انہیں کم از کم یہ تو دیکھ لینا چاہیے کہ یہ سارے لوگ لا یخلقون شیئا" کوئی چیز نہیں بناتے وھم یخلقون خود پیدا کیے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ مجھے اوکاڑہ جانا ہوا وہاں ہماری فوج کا ایک ڈویژن تھا اور ان کا میلاد النبیؐ کا فنکشن تھا تو اس میں ایک سیکنڈ لیفٹیننٹ نے نوجوان سے لڑکے نے مجھ سے پہلے جو

ان کی اپنی تقاریر تھیں ان میں اس نے تقریر کی اس کی بات مجھے ہمیشہ یاد رہے گی اس نے جو دلائل دیئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ان میں ایک دلیل بہت خوبصورت تھی اور وہ یہ تھی کہ عرب ہر عجیب چیز کی پوجا کرتے تھے ہر صاحب کمال کی پوجا کرتے تھے اچھے شاعر کے سامنے سجدہ کرتے تھے کاہن جوگی جوتشی نجومی اور فالی ان سب کے سامنے سجدے کئے جاتے تھے کوئی چھوٹا موٹا جادو کا کرشمہ یا شعبدہ باز جاننے والا ہوتا تو وہ اس کی پوجا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے معجزات پیش کیے علمی بھی اور عملی بھی انگلی کے اشارے سے چاند کے ٹکڑے ہوگئے امی ہونے کے باوجود بغیر پڑھا لکھا ہونے کے باوجود علوم کے وہ دریا بہائے کہ بڑے بڑے فاضل گم ہوگئے اور اس کے علم کی اور اس کا ادبی معیار یہ تھا کہ بڑے بڑے ادیب اور شعراء جو ہیں وہ خاموش ہوگئے حقائق ایسے تھے گزشتہ بھی نہیں آئندہ تاریخ کے حقائق جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دیے جو بعد میں حرف بحرف پورے اترے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم عربوں سے یہ فرماتے کہ میری پوجا کرو مجھے سجدہ کرو شاید کوئی عرب بھی اختلاف نہ کرتا جھگڑا ہی یہاں کھڑا ہوا کہ سارے کمالات دکھانے کے باوجود فرمایا میں بھی اللہ کا بندہ ہوں اور میں بھی اس کی عبادت کرتا ہوں اور تم بھی اس کی عبادت کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس کی بارگاہ میں سر بسجود ہوتا ہوں تم بھی سجدہ کرو اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے لوگوں سے عبادت کا سوال نہیں کیا بلکہ لوگوں کو ساتھ کھڑا کر کے اللہ کی عبادت کرائی

دوسری بات چونکہ مشرکین اکثریت تب بناتے تھے جب لوگ دنیا سے گذر جاتے اپنے سامنے تو کسی نبی نے اپنی پوجا کی اجازت کبھی نہیں دی اور کوئی ولی بھی کبھی شرک یا کفر کی دعوت نہیں دیتا اور نہ اس میں مبتلا کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ ہر ولی نبی کا متبع ہوتا ہے اور ولایت نام ہی اس کا ہے کہ بندہ وہ کام کرے جو نبی نے کیا ہے نبی کے اتباع میں اپنی جان لگا دے اور اپنی زندگی میں اس بات کو زندہ کرے جو نبی کا ارشاد ہے اپنی پوجا کی طرف دعوت دینا یہ تو کفر ہے اور ولایت کفر سے تو حاصل نہیں ہوتی لہٰذا کسی ولی نے بھی یہ نہیں کہا کہ میری پوجا کرو اور یہ سوال میدان حشر میں پوچھا جائے گا نہ صرف اولیا سے انبیاء علیھم السلام سے بھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی لوگ پوجا کرتے ہیں تو اللہ قرآن میں بتاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا جائے گا انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین۔ عیسیٰ علیہ اسلام کیا آپ نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کی عبادت کرو اور ہمیں اپنا معبود بنا لو۔ کہیں کے اللہ تو ہر چیز سے واقف ہے جب تک میں ان میں موجود تھا تو تمہیں خبر ہے جو کچھ تو نے حکم دیا وہ میں نے انہیں پہنچا دیا جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو یہ تیرے سامنے تھے جو کچھ کیا ہے ان کی ذمہ داری ہے مجھے کب زیب دیتا ہے کہ میں تیرا نبی ہو کر کہوں میری پوجا کرو۔

یہی بات ہر پیر ہر ولی کو بھی بتانی پڑے گی ہر پیر سے یہ سوال ہوگا ہر عالم سے یہ سوال ہوگا اور ہر اس بندے سے جس کی بات کوئی مانتا ہے پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے اسے اللہ کی اطاعت کی دعوت دی اگر کسی نے اپنی پوجا کے لئے کہا ہے پھر وہ بھگتے گا اللہ کے مقابلے میں آکر اور شاید یہی سب سے زیادہ سنگین جرم بھی ہوگا۔

تو چونکہ مرنے کے بعد وہ پتھروں کے بت بنا لیتے تھے اللہ کریم نے فرمایا اب دوسری جہالت ان کی دیکھو۔ اموات غیر احیاء کہ لوگ دنیا سے گذر چکے اپنی زندگی پوری کر چکے جس بندے کو دنیا میں دنیوی امور میں دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑانے کی فرصت نہیں ملتی آپ کسی کاشتکار سے کہیں کہ میری زمین میں بھی ہل چلا دے تو بڑی مشکل ہے کبھی ایک آدھ دن تھوڑی سی مدد کر دے وہ روز تو آپ کی ساری

زمین چلانے سے رہا اس کی اپنی پوری نہیں ہوتی آپ کسی دوکاندار سے کہیں ساتھ میری دکان ہے میرا سودا بھی بیچا کرو گے گا میں اپنا بیچوں یا تمہارا بیچوں کسی بھی شعبے کسی دفتر میں ہیں آپ۔ ساتھی کلرک سے کہیں میری فائلیں تم نکالتے رہو وہ کہے گا میں اپنی نکالوں تمہاری نکالوں یعنی دنیا میں جب بندہ زندہ ہے تو وہ اپنے افکار میں اتنا۔ گھرا ہوتا ہے کہ وہ اپنا کام بمشکل کرتا ہے دوسرے کا کیا کرے گا اگر دنیا ہی سے چلا گیا اور اسے دنیا کے کاموں سے واسطہ ہی نہ رہا اسے ضرورت ہی نہ رہی اس کا تعلق آخرت کے ساتھ ہو گیا اب جو کچھ اس نے کیا ہے اس کے نتائج کا سامنا کرنے کے لئے وہ تیار ہے برزخ میں ہے اگر تو وہ اللہ کا پسندیدہ بندہ ہے نیک بندہ ہے اس کی نجات ہوگئی اور وہاں آرام و سکون میں ہے اس کا سکون کیسے جب دنیا کے کام وہاں سے آکر اس کو کرنے پڑے تو سکون میں کہتے ہیں یعنی اگر ہم یہ تصور کریں جو لوگ دنیا سے گذر گئے ہیں اور وہ ولی اللہ تھے نبی تھے یا اللہ کے نیک بندے تھے اور دنیا کی زندگی کے بعد وہ اللہ کی رحمت کے سائے میں ہیں اور اللہ کی نعمتوں میں ہیں تو اگر ہر ولی کو ہر مرید کے چھوٹے بڑے کام کے لئے صبح شام دنیا اور جنت کے درمیان بھاگنا پڑے اسے کونسا سکون ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کی جنت کو چھوڑ کر وہ ہمارے کام دنیا کے کرتا پھر رہا ہو۔ اور اگر خدا نخواستہ بندہ دوسری صف میں چلا گیا تو عذاب میں گرفتار کو اجازت کون دے گا کہ وہ اپنا عذاب اتار کر پھینک دے اور دنیا میں جاکر کسی کی بات سن آئے وہ تو دونوں اپنے اپنے شعبے میں مصروف ہیں کہ وہاں سے آنے کا خیال تک نہیں کر سکتے اگر جنتی کو دنیا والے بلا سکتے ہیں تو پھر جنت کا تصور خاک میں مل جاتا ہے اس کا سکون کیا ہے دنیا میں بیٹھے ہوئے چند لمحے جب ہم آرام کرنے جاتے ہیں کوئی دروزاہ کھٹ کھٹائے کوئی بیل بجائے کوئی فون کی گھنٹی آجائے تو دماغ گھوم جاتا ہے کہ دس منٹ مجھے ملے تھے آرام کرنے کو وہ بھی غارت کر دئے انہوں نے تو جنہیں آخرت میں آرام ملے گا ان کو آج ہر بندہ پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہو تو وہ آرام کا تصور کہاں ہے تو فرمایا یہ بجائے خود جہالت ہے کہ جو لوگ دنیا سے اپنی ذمہ داری پوری کر کے فارغ ہو گئے یہ پھر انہیں پکار کر کھینچنا چاہتے ہیں کہ وہ وہاں آرام نہ کریں ہمارے دنیا کے کام کریں حتیٰ کے دنیا سے جانے والا کوئی حتمی تاریخ بھی نہیں جانتا کہ اسے کب زندہ کر کے میدان حشر کس تاریخ کس لمحے کس گھڑی کھڑا کر دیا جائے بلکہ ہر جانے والا خواہ وہ عذاب میں ہے ثواب میں وہ انتظار میں ہے کہ کب رب قیامت قائم کرتے ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے وہ کب قائم کرتے ہیں اپنی مشکل حل کر سکیں فرمایا اصل بات یہ ہے کہ الھکم الہ واحد تمہارا معبود اکیلا معبود ہے اس کو حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے تو پھر لوگ دوسروں کی کرتے کیوں ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں فالذین لایومنون الاخرۃ لوگوں کو جنہیں آخرت کا ایمان نصیب نہیں ہے صرف دنیاوی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ان خرافات میں پھنس جاتے ہیں

قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرین ان کی دو نشانیاں ہوتی ہیں ایک تو ان کے دل انکار سے بھرے ہوتے ہیں آپ انہیں نیکی کی بات کریں وہ لڑ پڑیں گے جہاں آپ انہیں نیکی کی دعوت دیں خفا ہو جائیں گے جہاں آپ ان کے ساتھ آخرت کی بات کریں وہ سننے کو تیار نہیں ہوں گے اور دوسری بات یہ ہے کہ ان میں تکبر آجاتا ہے کسی کی بات سننا گوارا ہی نہیں کرتے حتیٰ کہ انبیاء علیہ اسلام کی دعوت پر بھی اکڑ گئے صلحاء کے ساتھ بھی ان کی نہ نبی کسی نیک آدمی کی بات یعنی کسی کی بات سننا پسند نہیں کرتے ایسے لوگ اللہ کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں

لاجرم ان اللہ یعلم ما یسترون وما یعلنون اللہ لا یحب المستکبرین فرمایا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوئی چھپ کر یہ فعل کرتا ہے یا سرعام اللہ کریم اسے جانتا بھی ہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ایسے اکڑ خانوں کو اللہ پسند

بھی نہیں کرتا و اذ قیل لھم ماذا انزل ربکم جب انہیں کہا جائے کہ یہ جو تم کر رہے ہو اس کی دلیل اس کتاب سے دو جو اللہ نے نازل کی اللہ کا حکم یہ ہے تم یہ کر رہے ہو تو وہ کہتے ہیں قالو اساطیر الاولین خواہ مخواہ مولویوں نے قصے گھڑ لئے ہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم جو کر رہے ہیں یہی ٹھیک ہے یہ تو قصے کہانیاں ہیں جسے جوڑ کر کتاب بنائی یہی مشرکین مکہ کہتے تھے کہ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کہتے ہیں قرآن میں کیا ہے پرانے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں اور اس میں کیا رکھا ہے

اور فرمایا جس نے اللہ کی کتاب سے بھی رہنمائی حاصل نہ کی وہ تو پورے کا پورا گمراہ ہوگیا اور جتنا بھی دباؤ اخروی دباؤ کا تھا وہ اس پر محقق ہوگیا اور صرف اپنا ہی نہیں اب جن کے پیچھے چلتا ہے جن کی بات مانتا ہے اور اللہ کی بات نہیں مانتا ان کے جرائم میں بھی شریک ہوگیا اس کا گناہ ان پر اسے گمراہ کرنے کا اور ان کی تقلید کرنے کا جو برائیاں وہ کرتے تھے اس کا عذاب اس پر بھی دونوں ایک دوسرے کے لئے بھی بوجھ بن گئے۔

الا ساء ما یزرون فرمایا کتنا برا بوجھ ہے جو ان دونوں فریقوں نے اپنے اوپر لاد لیا اور یہ پہلی بار نہیں لوگ پہلے زمانوں میں بھی کرتے رہے ہیں۔ قدمکر الذین من قبلھم پہلے بھی لوگوں نے اس قسم کے مکر کرکے غیراللہ کی پوجا کرنے والا اپنے لئے دنیا جمع کرنا چاہتا ہے جو اسے اس پوجا میں لگاتا ہے وہ اس سے دنیوی فوائد لیتا ہے اس سے دنیا کے پیسے لیتا ہے شرینی لیتا ہے نذر نیاز کے نام پر لیتا ہے وہ اپنی دولت جمع کرنے کی فکر میں ہوتا ہے وہ اپنے لئے زور لگا رہا ہوتا ہے تو دونوں ایک دوسرے کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں فرمایا ایسی قوموں کی تاریخ پڑھ کر دیکھو۔

فاتی اللہ نبیا نھم من القوا عد۔ اللہ نے ایسے لوگوں کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دی اور اس طرح تباہ ہوئے کہ فخر علیھم الصعف من فوقھم۔ جیسے ان کی دیواریں پہلے گر گئیں اور ان پر چھت بعد میں آگری واتٰھم العذاب من حیث لا یشعرون اور انہیں ایسی جگہوں سے عذاب نے پکڑا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کوئی چیز انہوں نے صحت کے لئے کھائی اور اس سے بیمار ہوگئے کوئی کام انہوں نے نفع کے لئے کیا اور اس سے نقصان ہوگیا اور ایسی جگہ سے انہیں تباہی آئی جس کا انہیں خیال نہیں تھا

ثم یوم القیمۃ یخزیھم۔ اور یہیں بات ختم نہیں ہوگئی کہ دنیا میں تباہ ہوگئے پھر اصل ذلت کا سامنا انہیں میدان حشر میں کرنا پڑے گا جب انہیں اللہ کریم یہ فرمائے گا

این شرکاءی الذین کنتم تشاقون فیھم میری بار گاہ کو چھوڑ کر جن کی پوجا کرتے تھے لاؤ انہیں نکالو میدان میں حاضر کرو بلاؤ انہیں کہاں ہیں وہ

قال الذین اوتو العلم ان الخزی الیوم والسوء علی الکفرین اور صاحب علم جانتے ہیں اور وہ یہ بتاتے بھی رہے ہیں کہ اس دن ساری ذلت کفر پر اور برا عقیدہ رکھنے والے برا کردار رکھنے والے پر ہوگی جنہیں جب فرشتے روح بھی قبض کرتے ہیں آخرت کا میدان تو ایک بہت بڑی اور کھٹن منزل ہے ایسے لوگوں کی تو جب موت ہی آتی ہے فرشتہ روح قبض کرنے ہی آتا ہے تو ان کی جرات یہ ہوتی ہے کہ ساری زندگی تو کفر کرتے رہے اس وقت کہتے ہیں ہم نے کچھ نہیں کیا اس سارے اپنے باطل عقیدے کا انکار کر دیتے ہیں

فالقو السلم۔ بڑے تابعدار بن جاتے ہیں کسی نے آج تک ایک لمحہ تاخیر نہیں کی ساری زندگی نافرمانی کرتے رہے ذرہ جب ملک الموت آیا تھا تو اسے بھی آدھا گھنٹہ روک دیتے کہتے جی ہم اتنے ہمیں کوئی نہیں جلدی جانے کی ذرہ ٹھہر جاؤ فرمایا اس وقت دیکھا کیسی بات مانتے ہیں اس طرح میدان حشر میں بھی مانتے چلے جائیں گے اور پھر آخرت میں بھی جھوٹ بولیں گے کہیں گے ماکنا نعمل من سوء۔ اللہ یہ برائیاں ہم نے تو

نہیں کیں پتہ نہیں تمہارے فرشتے کہاں لکھتے رہے ہم نے تو تیرے بغیر کسی کا نام بھی نہیں لیا فرمایا

ان اللہ علیم بما کنتم تعلمون اللہ فرمائے گا میں تمہارے بتائے بغیر جانتا ہوں کس کس نے کیا کیا اس کا مجھے علم ہے اور قرآن حکیم میں دوسری جگہ ملتا ہے کہ اللہ کریم ان کی جلد کو ان کے اعضاء و جوارح کو ان کے ہاتھ پاؤں کو بولنے کی طاقت دے دے گا اس بندے کے وجود کے اعضاء کہہ رہے ہوں گے کہ اس نے یہ بھی کیا یہ بھی کیا یہ بھی کیا تو اس وقت وہ کہے گا کہ عجیب بات ہے تمہیں کب بات کرنا آ گیا وہ کہیں گے اللہ نے ہمیں بولنے کی قوت دے دی جس نے ہر چیز کو بولنے کی قوت دی تھی اس نے ہمیں بھی دے دی جو سچ ہے وہ ہم بتا رہے ہیں تو فیصلہ یہ ہو گا فاد خلوا ابواب جھنم خلدین فیھا۔ اللہ کے بغیر کسی دوسرے کی عبادت کرنے والے لوگو! نہ صرف جہنم میں داخل ہو جاؤ بلکہ تمہیں جہنم میں ہمیشہ رہنا پڑے گا فلبئس مثوی المتکبرین اور متکبرین کا ٹھکانہ کتنا ہی برا ہے۔

یہ تو سلیس سا ترجمہ تھا قرآن حکیم کی آیات مبارکہ کا اب آیئے ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں ہم نے جو دین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے اس کی وسعت سے کیا ہم اللہ کریم کے قریب جا رہے ہیں یا اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت میں مبتلا ہو رہے ہیں اگر کوئی اسلام سے غیر اللہ کی عبادت کا سبق لیتا ہے تو اس سے بڑا بد نصیب جہاں میں کوئی نہیں۔ اسلام ہی ہدایت کا منبع ہے اور ہدایت سے گمراہ ہونا تو انتہائی بد نصیبی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مذہب باطلہ سے باتیں لے کر اسلام میں جاری کر دی ہیں۔ اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف کم بلایا جاتا ہے اور اللہ کی عبادت زیادہ کرائی جاتی ہے

ولایت کا تصور ہی اب اسلام میں یہ دیا گیا کہ فلاں بزرگ دنیا کا وہ کام کرتا ہے فلاں بزرگ وہ کرتا ہے عرس پر جاؤ تو یہ ہوتا ہے ہمارے ایک چچا ہوتے تھے اللہ ان پر رحم فرمائے اور انہیں غریق رحمت کرے اور انہیں بخش دے وہ

اور انہیں غریق رحمت کرے اور انہیں بخش دے وہ بھی اس طرح بھاگتے رہتے تھے خانقاہوں پر ایک دفعہ میں نے کہا کیوں یار جاتے ہو کیوں دھکے کھاتے پھرتے ہو وہ کہنے لگا کہ اس دفعہ میں نہیں گیا تو میری بھینس دودھ ہی نہیں دیتی تو میں نے کہا کہ پھر تمہارے پیر صاحب تو ڈاکوؤں سے بھی زیادہ سخت نکلے مرنے کے بعد بھی لوگوں کو لوٹ رہے ہیں زبر دستی کوئی پیسے نہ دے تو اس کی بھینس کو دودھ ہی نہیں دینے دیتے۔ یہی کچھ ڈاکو بھی کرتا ہے پیسے نہیں دیتے تو تمہیں مار دونگا تمہارا مال لے جاؤں گا تو اگر یہی تصور اللہ کے ساتھ ہے تو پھر بد معاش کیا کرتا ہے پھر اسے نیک کیسے کہتے ہو۔ اسلام میں ولایت نام ہے بندے کو اللہ سے واصل کرنے کا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تھا اللہ صحابہ پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اتنے سوال کئے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ زندگی کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ چشم عالم سے پردہ فرما جائیں گے نئے نئے لوگ دنیا زمانہ نئی دنیا آئے گی اس میں لوگ دعویٰ کریں گے میں ہدایت پر ہوں میں حق پر ہوں میں ولی اللہ ہوں تو مختلف کردار کے لوگ مختلف عقائد و نظریات کے لوگ دعویٰ کریں گے میں ولی اللہ ہوں تو اس میں ولی کس کو مانا جائے گا۔ اس زمانے میں فرمایا جس بندے کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے وہ ولی اللہ ہو گا تمہیں بھی گمراہ کرے گا جس کے ملنے سے تمہیں اللہ کی یاد آئے آخرت یاد آئے کردار میں مثبت تبدیلی آئے نظریات صحیح ہوں یعنی اللہ کی طرف تمہارا قدم اٹھے وہ ولی اللہ ہو گا۔

اولیاء اللہ کی یہ پکار ان کے لئے چڑھاؤں کا رواج کہاں سے آ گیا بھائی ہماری ایک بد نصیبی یہ ہے کہ ہم نے ہر کام کو موروثی بنا لیا ہے اس طرح جب کوئی عالم دنیا سے اٹھتا ہے تو اس کا ان پڑھ بیٹا پگڑی باندھ کر وہاں بٹھا دیا۔ خواہ اسے کچھ آتا ہے یا نہیں وہ دوسروں کو گمراہ کرتا ہے اسی طرح جب کوئی ولی

اللہ دنیا سے اٹھتا ہے تو اس کی جگہ گدی نشین صاحب زادہ بن جاتا ہے خواہ وہ اس وقت جوا خانے سے شراب خانے سے آیا ہو اسے پکڑ کر پگڑی لپیٹ کر بٹھا دیا جاتا ہے جانے والا ولی کامل تھا وہ ساری زندگی لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتا رہا بعد میں آنے والا گمراہ تھا۔

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

وہ خود ہدایت پر نہیں تھا دوسروں کو ہدایت پہ کہاں لاتا۔ اک یہ روایت بڑھتے بڑھتے سیاست میں بھی چلی گئی آج کی سیاست کو دیکھ لیں بھٹو صاحب مر گئے بے نظیر بھٹو سیاست دان بن گئیں ضیاء الحق فوت ہو گئے ان کے بیٹے کلرکی وغیرہ چھوڑ کر سیاست دان بن گئے چوہدری ظہور الٰہی مرگیا اس کا سارا خاندان وزیر ہو گیا مولانا مفتی محمود ؒ فوت ہو گئے مولوی فضل الرحمٰن سیاست دان ہو گئے ان کے مرنے تک کوئی جانتا تھا ان سب کا نام کسی کو کوئی نہیں جانتا تھا نہ کسی نے سیاست سیکھی نہ کسی نے سمجھی مولوی سے لے کر عام آدمی تک اب ہمارے آدھے سیاست دان جو ہیں انہوں نے سیاست سیکھی یا سمجھی نہیں گدی نشین ہیں یعنی صرف ان کے باپ کا مرنا جو ہے وہ ان کو سیاست دان بنا گیا وزیر بن گئے ایم این اے بن گئے ایم پی اے بن گئے فلاں کا بیٹا ہے فلاں کی بیٹی ہے کسی نے یہ نہیں سمجھا کہ خود اس میں بھی کوئی قابلیت ہے یا نہیں۔ یہی حال تمام پیرخانوں کا ہے اور جب کاملین آٹھ گئے جو آخرت کماتے بھی تھے اور ملنے والوں کو آخرت بانٹتے بھی تھے ان کی جگہ جب ناقص لوگ آئے تو انہوں نے اس جگہ کو دنیا کمانے کا ٹھیکہ بنالیا لوگوں سے پیسے بٹورنے کا ٹھیکہ بنالیا اور لوگ پیسے دے دے کر گمراہ ہونا شروع ہو گئے لوگوں کے ایمان ضائع کئے لوگوں کے کردار ضائع کئے اور لوگوں کو گمراہی میں دھکیل دیا آپ کو ایک بہت برا طبقہ اپنی قوم میں ایسا ملے گا جو فرض ادا نہیں کرتے نماز نہیں پڑھتے جنہیں رمضان کے روزوں کی فکر نہیں ہوتی جو حلال حرام کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ

عجیب بات یہ ہے کہ چوری کرنے جاتے ہیں تو اس میں پیر صاحب کی نذر مانتے ہیں میری چوری کامیاب ہو گئی تو اتنا حصہ میں لنگر میں دونگا یا پیرصاحب کے نام پر دونگا یعنی یہ گمراہی کی حد ہے کہ آپ برائی کو بھی نیک لوگوں کے نام پہ منسوب کر دیں اور یہ حصہ ہے ہمارے معاشرے کا یہاں ایسا ہوتا ہے آج اگر آپ عوام کی اکثریت کو یہ یقین دلا سکیں کہ ہر ولی کے پاس جا کر صرف اللہ کی یاد ملے گی بہت بڑا خزانہ ہے جو وہاں کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتا دنیا تو آپ کو کافر کے پاس بھی مل سکتی ہے پیسہ تو آپ کو کسی ڈاکو کے پاس بھی مل سکتا ہے گانے ناچنے والوں کے پاس سب سے زیادہ ہے کنجروں کے پاس بہت زیادہ ہے بے شمار ہندو بڑے بڑے ساہوکار ہیں اور دنیا کی دولت پر دنیا کے کافر قبضہ جمائے ہوئے ہیں برطانیہ فرانس جاپان امریکہ چین ان میں کونسا مسلمان ہے دنیا کی دولت بے شمار ہے ان کے پاس۔ تو یاد اللہ کی رضا صرف اولیاء اللہ سے ملے گی تو اللہ کی رضا کے لئے لوگ عرسوں پر جانا چھوڑ دیں گے جتنے جاتے ہیں ناگھر سے پیسے لے کر اور وہاں سے باسی روٹی لے کر آتے ہیں یہ صرف دنیاوی فوائد کے لئے جاتے ہیں کوئی اس لئے نہیں جاتا کہ وہاں جا کر میری آخرت سدھرے گی اگر آخرت کی فکر ہوتی تو سب سے پہلے فرائض ادا کرتے حلال و حرام کی فکر کرتے۔ اب ہر چھینک پر اور ہر کھانسی پر شرک کا فتویٰ دے دینا یہ بھی صحیح نہیں ہے اگر کوئی درود شریف اس انداز میں پڑھتا ہے کہ اس نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا تو جب تک اس کا عقیدہ یہ نہ ہو کہ جس طرح اللہ سنتا ہے وہی کمال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے تب تک وہ شرک نہیں ہے اگر کوئی اس لئے کہتا ہے کہ میرا رب میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک میری بات پہنچا دے گا تو یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر کہنے والے کا عقیدہ یہ ہے میں تو محبت سے کہہ رہا ہوں لیکن میرا اللہ قادر ہے میرا سلام میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں کہ اللہ نے بے شمار فرشتے پیدا کیے ہیں جن کا کام ہی صرف صلوٰۃ والسلام جمع کرنا ہے اور ہر درود پڑھنے والے کا درود لے کر مجھے پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن اللہ اللہ ہے وہ خالق ہے نبی ہے ساری کائنات سے افضل ترین ہستی ہے اللہ کی مخلوق ہے اللہ کے مقابل میں نہیں اللہ کی کوئی صفت نہ کسی فرشتے میں نہ کسی نبی میں نہ کسی انسان میں اللہ کے سوا کسی میں بھی نہیں مانی جائے گی اور اطاعت اور عبادت صرف اللہ کی ہوگی۔ نبی بھی اپنی اطاعت کے لئے اس لئے بلاتا ہے کہ نبی صرف وہ بات کہتا ہے جو اللہ کہنے کا حکم دیتا ہے

ماینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی یوحیٰ۔ جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہ آئے دین کے معاملے میں میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لب نہیں کھولتا۔

بے شمار لوگ اللہ کی عبادت نہیں کرتے مگر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پکارتے رہتے ہیں اور آج ان بگڑی تگڑی بہت سی تبدیلیوں کے بعد بھی جو ان کی تصنیفات موجود ہیں ان میں بھی پڑھو تو فتح الربانی میں لکھتے ہیں کہ اگر تو بیمار بھی ہو جائے ڈاکٹر کے ساتھ بیماری کا تذکرہ کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ہر بندے کو بتانا میں بیمار ہو گیا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ تو اللہ کی شکایت بندوں سے کرتا ہے ساٹھ برس صحت مند رہا کسی کو بتانے نہیں گیا کہ اللہ کی دی ہوئی صحت سے فائدہ اٹھا رہا ہوں ساٹھ منٹ کے لئے بخار ہو گیا ہے تو بندے بندے کو بتانے چلا ہے اللہ کی شکایت بندوں سے وہ اتنا بھی گوارا نہیں کرتے وہ اتنی سی بات برداشت نہیں کرتے کہ کوئی اپنی بیماری کی شکایت بھی کسی ایسے بندے سے کرے جس سے اس نے علاج نہیں کروانا تو فرماتے ہیں یہ گستاخی ہے اللہ کی بارگاہ میں تو نے ساری زندگی صحت اختیار کی کسی کو بتانے نہیں گیا چند لمحے اگر تکلیف آگئی تو بندوں کو بتانے جاتا ہے اللہ کی شکایت کرتا ہے اور ساری زندگی ان کی گواہ ہے اس بات پر کہ انہوں نے بے دین بدکار چوروں ڈاکوؤں اور بد عقیدہ لوگوں کو واصل باللہ بنایا انہیں اللہ کی عبادت پر لگایا حتیٰ کہ ساری زندگی روزی کما کر کھائی۔ شیرنیاں نہیں کھائیں بلکہ آنے والوں کی مہمانی فرمائی اور اس زمانے میں درآمد و برآمد کا کام کیا کرتے تھے

ایک مشہور واقعہ ہے کہ کوئی شخص ان کے پاس بیٹھا تھا اور اطلاع آئی کہ ہمارا جو بحری جہاز فلاں ملک سے مال لے کر آ رہا تھا وہ ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا الحمد اللہ اس محفل میں بیٹھے تھے اٹھے نہیں تھے کچھ گھنٹے گزر گئے پھر اطلاع آئی کہ نہیں غلطی لگی تھی ڈوبنے والا جہاز کسی اور کا تھا اور ہمارا جہاز بچ گیا اور سلامت آ رہا ہے تو آپ نے فرمایا الحمد اللہ۔ کسی سننے والے نے بعد میں سوال کیا کہ حضرت جب جہاز کے ڈوبنے کی خبر آئی تھی تو آپ نے الحمد اللہ پڑھا میں سمجھا کہ آپ کے ذہن میں خیال آیا ہوگا کہ جہاز میں کوئی مال خراب تھا یا تجارت میں کہیں جائز و ناجائز کا مسئلہ ہوگا اچھا ہوا نہیں پہنچا اللہ کا شکر ہے وہ وہاں ڈوب گیا اور ہم اس سے بچ گئے لیکن جب جہاز بچ گیا تب بھی آپ نے الحمد اللہ پڑھا میں حیران ہوں ڈوبنے پر یا بچنے پر ایک جگہ تو الحمد اللہ ثابت آتا ہے دونوں جگہیں الحمد اللہ سے کیا مطلب آپ نے فرمایا میں نے جہاز کے ڈوبنے پر یا بچنے پر تو نہیں پڑھا تھا میں تو اپنے دل کا حال دیکھ رہا تھا کہ دنیا کی خبر سے اس پر کیا اثر ہوتا ہے کیا جہاز ڈوبنے سے یہ اللہ کی یاد کو چھوڑ کر جہاز کی فکر میں کھو جاتا ہے تو میں نے دیکھا کہ میرا دل ذکر کر رہا ہے جہاز کی فکر نہیں تو میں نے کہا الحمد اللہ پھر دنیا کے پانے سے ہوتا ہے کہ دولت مل جائے تو آدمی غافل ہو جاتا ہے جب جہاز کے بچنے کی خبر آئی تو میں نے اپنے دل پر نظر کی وہ بدستور اللہ اللہ کر رہا تھا میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ الحمد اللہ میں سلامت ہوں جہاز ڈوب گیا تو بھی سلامت ہوں بچ گیا تو بھی میرا حال میرا دل سلامت ہے میں تو اس پہ اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا اب اگر ایسی ہستی کو کوئی اللہ کو چھوڑ کر پوجنا شروع کر دے اس کا ذمہ دار وہ تو نہیں ساری زندگی اپنے پوجنے کا حکم تو نہیں دیا۔

میں نے اسرار التنزیل میں لکھا بھی ہے گلگت میں ایک کرنل صاحب نے مجھ سے مسئلہ پوچھا تھا کہ قصیدہ غوثیہ پڑھنا کیسا ہے میں نے کہا مجھے ایک بات سمجھا دے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ کیا پڑھا کرتے تھے جی وہ قرآن پڑھتے تھے میں نے کہا تم قرآن کیوں نہیں پڑھتے جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو تم بھی وہی کلام پڑھو نا جو وہ پڑھا کرتے تھے تم ان کا قصیدہ پڑھ کر کیا لیتے ہو یہ کونسی عبادت ہے کیا انہوں نے حکم دیا ہے تمہیں کہ تم اللہ کا کلام پڑھنا چھوڑ دو میرا قصیدہ پڑھنا شروع کر دو جب کہ اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ یہ قصیدہ انہی کا ہے اس میں کچھ شعر تو ایسے ہیں جو شرعاً جائز ہی نہیں یہ کتنا بڑا جرم ہے کہ اتنی عظیم ہستی پر بھی بہتان لگایا جائے۔ تو یہ جو رسومات اسلام میں آگئی ہیں یہ گمراہی ہے محبت میں کسی کا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دینا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور یہ تمام بزرگان دین نے کہا ہے اس لئے کہ اس کی اجازت ہے جیسے ہم خط میں بھی لکھ دیتے ہیں جیسے ہم بات کر رہے ہیں تو خیال ہوتا ہے کہ یہ خط روبرو پہنچ کر میری بات کر دے گا اگر کسی کا یہ عقیدہ ہے کہ میری بات ہوا بھی لے جائے گی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک تو بھی درست ہے۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مکے والے سولی دینے لگے تو آپ نے دیکھا تو سروں کا سمندر تھا لیکن کوئی ایسا نہیں تھا جو آپ کے لئے کلمہ خیر کہے یا آپ کی بات سنے سب مخالف تھے تو آپ نے دعا کی کہ بار الہا اس ہوا سے ہی کہہ دے میرا سلام بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا دے تو تو قادر ہے تیری مخلوق تو سارے جہان ہے تو اس ہوا سے ہی کہہ دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں وضو فرمارہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا و علیک السلام ورحمتہ اللہ جو خادم وضو کروا رہا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے سلام عرض تو نہیں کیا فرمایا خبیب نے سلام بھیجا ہے تو اللہ قادر ہے لیکن دنیا کے حصول کے لئے کسی ولی کا نام کا وظیفہ جپنا یا دنیا کے حصول کے لئے کسی نبی کو پکارنا یا دنیا کے مقاصد کے حصول کے لئے کسی فرشتے کی تسبیح جپنا یا دنیوی مقاصد کے لئے جنات کے پیچھے بھاگنا یہ ساری گمراہی ہے اور اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اللہ کے بندوں کی اس لئے عزت کرنا کہ ان کے پاس پہنچ کر اللہ کی یاد ملتی ہے ان کے پاس رہ کر ہدایت نصیب ہوتی ہے یہ عزت اللہ کے دین کی ہے اللہ کی ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی ہے اور ان کے حوالے سے ہے لیکن اللہ کی نافرمانی میں کسی کی بات ماننا فرمایا لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق اللہ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی بات ہرگز نہیں مانی جائے گی۔

کسی مجوسی (آگ کے پجاری) نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے ایک ظالم مجوسی نے کہا کہ میرا قلم بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا "میں ہرگز نہیں بنا سکتا" اور جب اس نے قلم نہ بنانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محشر میں فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ظالموں کو ان کے معاونین کے ہمراہ اٹھاؤ لہٰذا میں ایک ظالم کا معاون نہیں بن سکتا۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی بابا سلطان علی والد محترم محمد حیات بکھر بابا۔ (سرگودھا) وفات پا گئے ہیں۔ انکے لیے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

سالانہ چندہ

ماہنامہ المرشد کا سالانہ چندہ مبلغ =/165 روپے ہے۔ آپ درج ذیل ایڈریس پر بذریعہ منی آرڈر بھیج کر ایک سال کے لئے ممبر شپ حاصل کریں۔

پتہ: ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی' کالج' ٹاؤن شپ لاہور۔ 54770

عید قربان است
ومی خواہم کہ قربانت شوم

مولانا اکرم اعوان

خطبہ مسنونہ! آج کی جدید دنیا ایک مختلف دنیا ہے ذرائع آمدورفت اور ذرائع ابلاغ نے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے اور سارا عالم ایک کنبہ بن چکا ہے تحقیقات کی نئی جہتیں علم و دانش کے نئے دروازے وا کر رہی ہیں اور انسانی علوم انسانی عقول بلندیوں کو چھو رہے ہیں لہٰذا موجود دور کو روشن خیالی کا دور کہا جاتا ہے اور بنی آدم کو اپنی روشن خیالی پہ بہت ناز ہے اگرچہ آج کا سارا انسانی علم اگر دین سے الگ کر کے دیکھا جائے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی کہ سارے کا سارا علم انسان کے وجود میں آنے سے شروع ہو کر لب گور ختم ہو جاتا ہے جب کہ دین اسلام نے جو علم بخشا وہ انسانی تخلیق بلکہ اس سے پہلے عالم کی تخلیق سے شروع ہو کر موت مابعدالموت برزخ حشر نشر اور جنت و دوزخ کی ابدی زندگی کے رازوں تک جا پہنچتا ہے جو حقیقی روشن خیالی کہلانے کا مستحق ہے مگر جدید دور میں اس سے دوری' ناواقفیت اور لاتعلقی نے مذہب بیزاری کا سماں پیدا کر دیا اور علم الہیات یعنی ذات و صفات باری سے واقفیت اور دنیا کے حقیقی چہرے سے شناسائی کو چند ظاہری فنوں کے نیچے دفن کرنے کی ناکام سعی کو روشنی خیالی کا نام دیا جانے لگا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب سے بیزاری بھی روشن خیالی کا ایک پھل ہے۔ اس لئے کہ مذاہب عالم انسانیت کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دیتے۔ سوائے مذہب حقہ اسلام کے۔ باقی جتنے مذاہب جن میں آسمانی مذاہب بھی ہیں۔ جو من جانب اللہ منسوخ ہو چکے ہیں۔ انہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت نے منسوخ کر دیا اور ان میں تحریف بھی ہو چکی ہے۔ بدل بھی چکے ہیں۔ جب کہ وہ اپنی صحیح صورت حال میں بھی ہوتے تو بھی منسوخ ہو چکے تھے اس لئے کہ وہ مخصوص اقوام کے لئے خاص وقت کے لئے تھے۔ وہ وقت گزر گیا۔ وہ اقوام' وہ علاقے' وہ ممالک بدل گئے وہ صورت حال تبدیل ہو گئی۔ تو ان میں دی ہوئی اقدار یا ان میں دیا ہوا معاشرے کا تصور یا ان میں دیا ہوا معاملات کا جو تصور تھا۔ وہ ختم ہو گیا اگرچہ اپنے وقت کے لئے حق تھا۔ بہترین تھا۔ لیکن جب اس کا وقت ختم ہو گیا۔ پورا ہو گیا۔ وہ جدید دور کے تقاضوں کا ساتھ دینے کے اہل ہی نہ رہا۔ اس کے علاوہ جتنے مذاہب دنیا میں موجود ہیں۔ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ انسانوں نے اپنی خواہشات کے تابع ہو کر ایک طبقے کی حکمرانی کے لئے۔ ایک طبقے کو دوسرے پر مسلط رکھنے کے لئے مذہب کا سہارا لے کر مذہبی انداز میں کچھ لوگوں کی حکمرانی دوسروں پر قائم کر دی۔ کچھ لوگ خدائی کے دعویدار بن گئے اور دوسرے ان کے محتاج قرار پائے۔ ان مذاہب میں سرے سے کسی زمانے میں بھی انسانی اقدار کا ساتھ دینے کی استعداد نہیں تھی۔ ہندو مت ہے'

جین مت ہے۔ آریہ سماج ہے۔ سکھ مت ہے، بدھ مت ہے اور بھی جو مروجہ مذاہب ہیں چھوٹے بڑے وہ انسانی ذہنوں کی پیداوار تھے اور شروع سے ہی اعلیٰ اقدار سے خالی تھے۔ تب تک ان میں قوت تھی جب تک لوگوں میں جہالت تھی۔ اگر دنیوی علم بھی آیا تو اس کا مقابلے کرنے کی سکت ان میں نہیں تھی۔ اسلام وہ مذہب حقہ ہے جو خود تعلیم کی بنیاد سے استوار ہوا۔ جس کا پہلا کلمہ وحی کا نازل ہوا۔ وہ تعلیم، علم، جاننے ہی کے متعلق تھا۔ ارشاد ہوا **اقراء باسمک ربک الذی خلق۔** یعنی پہلی وحی جو نازل ہوئی۔ اس نے ہی پڑھنے کا علم کی عظمت اور علم کا ہتھیار قلم اور قلم کی عظمت کا ذکر ہے۔ اسلام بنیادی طور پر بت پرستی، شرک، کفر اس کے خلاف نہیں بلکہ اسلام بنیادی طور پر جہالت کے خلاف جہاد ہے۔ اسلام نے بنیادی جہالت کے خلاف جنگ کی۔ شرک جہالت کا پھل ہے۔ کفر جہالت کا نتیجہ ہے۔ برائی گناہ یہ سارے جہالت کے نتیجے ہیں۔ یہ سارے پھل ہیں جو جہالت کے درخت پہ لگتے ہیں۔ اسلام نے بنیاد ہی اس برائی کی جڑ کو کاٹنے پر رکھی اور علم پر اور تعلیم پر رکھی۔ لہٰذا اسلام نے جو روشن خیالی دی۔ اس کی روشنی انسان کی تخلیق سے لے کر انسان کے انتہائی انجام۔ حشر، جنت و دوزخ تک سارے معاملے کو روشن کر دیا۔ دنیوی تعلیم کی روشنی نے کتنی روشنی دی۔ انسان کے وجود میں آنے سے لے کر اس کے مرنے تک یہ جو چھوٹا سا Space ہے اس پر مختلف علوم نے روشنی ڈالی وہ Medical Science ہو یا وہ دنیا کے دوسرے علوم ہوں۔ تمام علوم نے، وہ ادب ہو۔ فلسفہ ہو یا کوئی بھی علم کا شعبہ ہو۔ ان تمام علوم نے انسان کے وجود میں آنے سے لے کر موت تک اس چھوٹے سے وقفے پر روشنی ڈالی۔ اسے روشن خیالی کہا جائے یا اس علم کو یا اس روشنی کو روشن خیالی حقیقی معنوں میں کہا جائے۔ جس نے تخلیق جہاں سے لے کر انتہائے جہاں تک بات عام آدمی کے سامنے کھول کے رکھ دی۔ جس نے وہ انسانی اقدار عطا کیں جن کے حوالے سے

روئے زمین پر انسانی معاشرہ عظمتوں سے آشنا ہوا۔ جس دین نے لین دین کے وہ طریقے عطا فرمائے جو بیک وقت روئے زمین پر قابل عمل تھے اور چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی قابل عمل ہیں اور قیامت تک قابل عمل رہیں گے۔ انسانی رشتوں میں وہ چیزیں عطا فرمائیں جنہوں نے حسن پیدا کر دیا۔ دنیا میں معاملات پر، حصول زر پر جھگڑا۔ دنیا میں انسان کے مرد و عورت کے ملاپ پر جھگڑا۔ دنیا میں جاگیرداری، جاگیر، زمین پر جھگڑا۔ یعنی دنیا کا نظام زر، زن، زمین کے جھگڑوں میں ملوث رہا۔ اسلام نے زمین کی تقسیم، زمین کے استعمال، کاشتکار اور مزدور کے رشتے میں وہ تناسب پیدا کیا کہ وہ ایک دوسرے کے جانثار بن گئے۔ آج اگر ہمیں ہمارا جاگیردارانہ نظام تکلیف دے رہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جاگیردار مسلمان ہو تو الگ بات ہے۔ اس کا جاگیردارانہ نظام مسلمان نہیں ہے۔ وہ اسلامی نہیں ہے آج بھی اگر جاگیرداروں کو بھی اور اس کی جاگیروں کو بھی پابند بنایا جائے دین اسلام کا۔ اگر جاگیردار اپنی فصل کا عشر ہی دے۔ تو اس کی جاگیر میں کوئی مفلس نہیں رہتا۔ وہ اپنے اپنے سرمائے پہ صرف زکوٰۃ ہی دے تو اس کے علاقے میں کوئی محتاج نہیں رہتا۔ وہ لوگوں پر فرعون بننے کی بجائے ان کا ایک مسلمان بھائی ثابت ہو تو سب کی دلجوئی کر سکتا ہے۔ جو اسلامی طریق کار ہے۔ یا جاگیرداری میں اسلام کا ایک سادہ سا اصول ہے۔ کہ زمین ذریعہ معاش ہے۔ جو زمین کوئی کاشت کرتا ہے یا کاشت کرواتا ہے۔ اس نے سنبھال رکھی ہے اسے سنبھالے۔ جو اس کے سنبھالنے سے زائد ہے۔ بیکار پڑی ہے۔ اسے وہ نہیں سنبھال سکتا۔ وہ بیت المال میں واپس دی جائے اور جو زمینداری یا کاشتکاری کرنے کے اہل ہیں ان میں تقسیم کی جائے۔ کسی کو رزق کے وسائل روکنے کا حق اسلام نے نہیں دیا۔ ہمارے جاگیرداروں کے ہاں اگر پچاس مربعے کاشت ہوتے ہیں تو ڈیڑھ سو مربعہ جائیداد جو ہے وہ ویران پڑی ہے۔ اس میں جھاڑ جھنکار ہیں، درخت ہیں، اولی بیٹے پوتے ہوں گے تو سنبھال لیں گے۔ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے۔

جاگیردار لوگوں کو غلام بنا لیتا ہے یا لوگوں کے مفادات کو چھین کر اپنے مفادات کا تحفظ کرتا ہے۔ تو یہ غیر اسلامی ہے۔ اسی طرح مرد و عورت کے تعلق پر ساری دنیا پہ فساد ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ لیکن اگر ان کا ملاپ شرعی طریقے سے ہو تو بجائے فساد کے خاندانوں میں دوستیاں اور رشتے بڑھتے ہیں۔ روپے کے لین دین پر' دولت کے لین دین پر روئے زمین پر لڑائی ہے۔ لیکن اگر دولت کی تقسیم اسلامی طریقے سے ہو۔ تو دینے اور لینے والے میں باہم دوستی و تعلق اور احترام بڑھتا ہے۔ تو روشن خیالی جسے جدید نام دیا گیا یہ دراصل جہالت کی ایک اور قسم ہے اور روشن خیالی حقیقتاً" وہ ہے جو اسلام نے عطا فرمائی۔ اس جدید روشن خیالی کا ایک اعتراض یہ بھی ہے۔ کہ جناب اتنے کروڑوں جانور ذبح کر دئے جاتے ہیں اور ان کا گوشت بیکار جاتا ہے یا لوگ کھالیں چندے میں لے کر موج اڑاتے ہیں۔اگر یہ سارا سرمایہ جمع کر لیا جائے تمام جانوروں کی قیمت جمع کر لی جائے۔ اگر قربانی ہی کرنی ہے تو وہ سارے پیسے آپ ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار کا دو دو ہزار کا تین تین ہزار کا آج دنبے اور بکرے کی قیمت ہے اور ڈیڑھ ہزار روپے اگر آپ گائے بھینس میں حصہ ڈالتے ہیں تو کم از کم آ جاتا ہے۔ تو یہ چودہ کروڑ بندوں پر کھال ہی کے لے لیں۔ تو دنیا پر دو ارب مسلمان ہیں تو اگر آدھے مسلمان بھی قربانی کریں تو اس کا مطلب ہے کہ ایک سو کروڑ بندہ ایک ایک جانور ذبح کرے تو یہ ایک سو کروڑ یا ایک ارب جانور ذبح کیا گیا ایک دن میں۔ تو اگر اس کی ساری قیمت جمع کر لی جائے اور قومی کاموں پر یا جہاد پر یا تعلیم پر یا ہسپتال پر۔ خرچ ہو سکتی ہے۔ حضرات گرامی اسلام کی بنیاد' اسلامی فلسفے کی بنیاد' اسلامی تعلیمات کی بنیاد' اسلامی تعلقات کی بنیاد اس بات پر ہے کہ سب سے پہلے بندے کا تعلق رب العالمین سے ہو۔ اگر بندہ اللہ پر ایمان نہ لائے۔ رسالت محمدی پر ایمان نہ لائے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کسی کو نصیب نہ ہو تو اس کا Vision جو ہے یا اس کی نگاہ جو ہے وہ عالمی سطح پر یا انسانی سطح پر دیکھ ہی نہیں سکتی۔ وہ انسانیت کے بارے سوچ ہی نہیں سکتی۔ وہ اپنے بارے سوچے گا تو بہت بڑا اگر اس کا حوصلہ ہوا۔ تو اپنی قوم کے بارے یا اپنے ملک کے بارے سوچ لے گا اس سے باہر اس کی سوچ جاتی ہی نہیں۔ نگاہ کو وسعت جو دیتا ہے وہ کلمہ اسلام ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ کی الوہیت اور رسالت محمدی ساری انسانیت کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس پر ایمان لانے والا سارے انسانوں کی بہتری سوچنے والا ہوتا ہے۔ اس ایمان کو قائم رکھنے کے لئے اور اس تعلق کو بڑھانے کے لئے کہ نگاہ میں یہ جلا پیدا ہو' عبادات ہیں جو اس تعلق کو بڑھانے کا سبب بنتیں۔ اس میں نماز ہے۔ اس میں روزہ ہے۔ حج ہے۔ زکوۃ ہے یا ساری عبادات جتنی بھی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ یہ جو نور ایمان نصیب ہوا بندے کو۔ اس میں مزید نورانیت آئے مزید روشنی آئے۔ عمل میں مزید پختگی آئے اور رشتوں میں مزید مضبوطی آئے۔ یہ جو رشتوں کی مضبوطی کی میں بات کر رہا ہوں۔ تو ان رشتوں میں مضبوطی لانے کا ایک سبب یہ قربانی بھی ہے' قربانی کی اساس یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے امتحانات میں سے گزارا۔ اہل خاندان کی مخالفت برداشت کی۔ حکومت سے ٹکر لی۔ آگ میں پھینکے گئے۔ ملک سے نکالے گئے۔ دوسرے بادشاہوں سے ٹکر لی اور آخری عمر میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام جیسا بیٹا عطا ہوا۔ پھر وہاں سے ہجرت کر کے بیوی اور نومولود بچے کو چھوڑنے کا حکم ملا۔ اور چھوڑ کر چلے گئے۔ جب وہ بچہ تھوڑا سا چلنے کے قابل ہوا۔ **فلما بلغ معہ السعی**۔ تو حکم ہوا کہ اسے میری راہ میں ذبح کرو یہ ایسی عجیب بات تھی۔ ایک شخص کی زندگی بھر جو امتحانات میں گزر گئی اور وہ زندگی بھر اللہ جل شانہ کی راہ میں استقامت دکھاتا رہا۔ اور ساری چیزیں قربان کرتا کرتا تھک ہار کر کمر دہری ہو گئی۔ بڑھاپا آ گیا۔ بال سفید ہو گئے۔ اس عمر میں ایک بچہ' وہ بچہ بھی چاند سے زیادہ روشن' اولی العزم رسول ہوا۔ اور حکم ہے کہ اسے ذبح کر دو۔ تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں میں نہ لغزش آئی نہ آپ کے ذہن میں

اس کے خلاف کوئی دلیل آئی بلکہ اللہ کی مرضی۔ انہوں نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیا۔ خون بہہ رہا تھا۔ ذبیحہ تڑپ رہا تھا۔ جب آنکھ کھولی تو اسماعیل علیہ السلام کھڑے تھے اور دنبہ جنت سے رب کریم نے بھیجا جو ذبح ہو چکا تھا۔ تو فرمایا رب کریم نے کہ پریشان نہ ہوں۔ **قد صدقت الرؤیا** آپ نے سچ کر دیا۔ بس آپ نے کر دیا ذبح۔ اب ہر عبادت کا اثر ہوتا ہے کہ اس پر ایک خاص طرح کے انوارات نازل ہوتے ہیں۔ اللہ کی ایک خاص قسم کی رحمت مرتب ہوتی ہے۔ جو عبادت کرنے والے کے قلب کو اللہ کے اور قریب یا رشتے کو اور مضبوط کر دیتی ہے۔ ساری زندگی کی قربانیوں کے بعد یہ قربانی جو ابراہیم علیہ السلام نے دی اور ان پر جو رحمت باری متوجہ ہوئی وہ ظہور آدم علیہ السلام سے لے کر قربانی اسماعیل علیہ السلام تک الگ قسم کی اور ایک انوکھی تھی۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ ہر کسی پر فرض نہیں کی گئی۔ یہ ایسی عبادت نہیں تھی جو ہر کسی پر فرض کی جاتی اور نہ ہر کوئی اس قسم کی برکات و انوارات سمیٹ سکا۔ اب یہ کرم ہے اللہ کا۔ اور یہ احسان ہے **بطفیل** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رب کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو یہ شرف بخشا کہ آپ بھی دنبہ' بکرا' اونٹ' گائے' بھینس' کوئی جانور اس دن جس دن اسماعیل علیہ السلام ذبح ہوئے تھے۔ اس دن میری راہ میں میرے نام پر آپ بھی کوئی جانور ذبح کر دیں۔ تو وہ انوارات اور وہ برکات وہ کیفیات جو میں نے ابراہیم علیہ السلام پر نازل کی تھیں آپؐ کے ہر ماننے والے ہر پیروکار پر نچھاور کرنے کو تیار ہوں۔ اب موجودہ روشن خیالی اور قربانی کے اس فلسفے کو مقابلے میں رکھ کر اندازہ کیجئے کہ کیا پیسے جمع کر کے کوئی ادارہ بنا کر یا خیرات کر کے وہ برکات حاصل کی جا سکتی ہیں یا ویسے ہی اسی خلوص کے ساتھ اسی نیت کے ساتھ' اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رکھتے ہوئے۔ اسی نیت' اسی خلوص اور اللہ کے نام پر اسی طرح جانور کاٹنے سے وہ چیز حاصل ہو گی یا چندہ جمع کرنے سے۔ مقصد محض جانور کاٹنا نہیں ہے مقصد محض جانوروں کو ذبح کرنا نہیں ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کاشانہ اطہر پر پوری حیات طیبہ میں کوئی ایک دن ایسا نہیں جس دن دو وقت کا کھانا میسر ہوا ہو۔ دنیا کو اتنا بھی دخل نہ تھا بارگاہ نبویؐ میں کہ کسی ایک دن دو وقت کا کھانا پورا ہوا ہو۔ اکثر تو دو دو مہینے بغیر چولہا گرم کئے گزر جاتے۔ کاشانہ نبویؐ پر۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت موجود ہے۔ کہ ایک چاند طلوع ہوتا اور وہ پورا مہینہ گزر جاتا۔ نیا چاند طلوع ہوتا وہ مہینہ بھی گزر جاتا اور ہمارے ہاں چولہا نہیں جلتا تھا۔ پکانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ عرض کیا گیا کہ پھر آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے گزارا کرتے تھے۔ فرمایا یا چند کھجوریں کھا لیں۔ پانی لیا' یا ہدیتاً" دودھ ساتھی بھیج دیتے تھے خادم بھیج دیتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ دودھ تھوڑا سا پی لیا اس طرح اڑھائی اڑھائی مہینے گزر جاتے تھے۔ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔ اس نبیؐ نے بھی ایک قربانی کے دن سو اونٹ قربان کئے کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کوئی غیر ضروری کام بھی کرتے ہیں۔ یا آپؐ کا کام غیر ضروری بھی ہو سکتا ہے۔ یا کوئی اسے فضول کہنے کی جرات کرتا ہے۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے' تو پھر کفر کیا ہے۔ یہی تو کفر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر فرمائے اور باقی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو حکم دیا کہ یہ میری طرف سے ذبح کرو۔ بعد میں یہ بھید کھلا کہ آپ کی عمر عزیز دنیوی اعتبار سے تریسٹھ برس تھی۔ سو اونٹ ایک عید قربان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربان کئے۔ اس کی غرض یہ نہیں تھی کہ گوشت زیادہ بنایا جائے اس کی غرض یہ نہیں تھی کہ زیادہ شہرت ہو۔ اس کی غرض یہ نہیں تھی کہ وہی برکات جتنی زیادہ سمیٹی جا سکیں لہٰذا قربانی کا جو ہم ٹوٹل پورا کرتے ہیں۔ یہ بھی قربانی کا مقصد یہ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس دن جتنی ہمت ہو سکے جتنی اللہ توفیق دے جتنا قربان کیا جا سکے اتنی قربانیاں کر گزرے اس نیت کے ساتھ کہ اللہ کی

رضا اور ان برکات کو حاصل کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ جو ظہور آدم علیہ السلام سے لے کر ذبح اسماعیل علیہ السلام تک کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ انفرادی خصوصیت تھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام بعد سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اور ان کی خصوصیت ایک بہت بڑے امتحان کے بعد نصیب ہوئی اور ہمیں بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بکرا یا گائے یا بیل یا اونٹ ذبح کرنے سے وہ کیفیت نصیب ہو گئی۔

تو روشن خیالی یہ ہے کہ ہر فعل کے مادی اثر کو بھی دیکھا جائے اور اس کے معنوی اثر کو اس سے پہلے دیکھا جائے وہ نگاہ جو مادی اثر کو تو دیکھتی ہے۔ لیکن اس کے معنوی اثر کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔ اسے روشنی خیالی کہنا صحیح نہیں ہے۔ روشنی خیالی سے مراد یہ ہونی چاہئے۔ کہ ہر کام کا ایک مادی نتیجہ ہوتا ہے۔ جسے میں آپ ہر کوئی چھوٹا بڑا اسے جاہل۔ پڑھا لکھا ہر کوئی دیکھ لیتا ہے۔ ایک آدمی کوئی مرتا ہے وہ قتل ہو گیا۔ ہر کوئی دیکھ رہا ہے کہ بندہ تھا۔ اسے زخم ہوا۔ خون بہہ رہا ہے اور مر گیا۔ اب اگر وہ راہ حق میں قتل ہوا۔ اس کا ایک معنوی نتیجہ بھی ہے نرا یہ نہیں کہ بندہ قتل ہوا۔ شہید ہوا۔ شہادت کا ایک رتبہ ہے عنداللہ ایک مقام ہے یہ اس کا معنوی اثر ہے۔ اب بندے کا قتل ہونا تو مومن' کافر جاہل ان پڑھ پڑھا لکھا ہر کوئی دیکھ رہا ہے لیکن اس کا معنوی نتیجہ جاننے کے لئے نور ایمان کی ضرورت ہے۔ شہید ہوا بلکہ اس طرح قتل ہونے کو جی چاہتا ہے کہ میں بھی ہو جاؤں۔ مادی نظر سے دیکھا جائے تو اس سے بھاگنا اور بچنا ضروری نظر آتا ہے۔ اور معنوی اثر دیکھا جائے تو اس طرح سے ذبح ہونے کو جی چاہتا ہے۔ یہ روشن خیالی ہے۔ تو قربانی کا عمل۔ رب جلیل کا احسان ہے۔ بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہر ماؤشما پر چھوٹا بڑا۔ ہر نیک و بد' صرف اس بنیاد پر کہ اسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نصیب ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جانور ذبح کرے۔ غریبوں میں بانٹ دے اور وہ کیفیات سمیٹ لے جو ابراہیم علیہ السلام کو نصیب ہوئیں۔ اب اگر یہ مفہوم پتہ ہی نہ ہو۔ یہ نیت ہی نہ ہو۔ یہ ارادہ ہی نہ ہو محض آدمی رواج کا اسیر ہو تو وہ اس آدمی کی نادانی ہے۔ یہ ہمیں جاننا چاہئے۔ ہمارے علماء کو بتانا چاہئے۔ علماء کا فریضہ تو یہ ہے کہ یہ لوگوں کو دین بتائیں۔ یہ دین نہیں بتاتے۔ یہ نماز پڑھا کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ نماز پڑھانا علماء کا فریضہ نہیں ہے۔ نماز کوئی بھی دس بندے جمع ہو گئے کوئی ایک کھڑا ہو جائے نماز پڑھا دے۔ نہ نماز پڑھانے کی تنخواہ ملتی ہے اور نہ نماز پڑھانے کی تنخواہ لینا جائز ہے۔ کسی بھی فقہ میں' نماز خود بندے پہ فرض ہے اور اس کی تنخواہ کس لئے لیتا ہے۔ تنخواہ جو علماء کو ملتی ہے تو وہ لوگوں کو انہیں دین سکھانے' دین سمجھانے اور دین کو عام کرنے اور دین کے لئے محنت کرنے کی ملتی ہے کہ وہ اپنا وقت بجائے کوئی ذریعہ معاش اختیار کرنے کے اس کام لگا چکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کی انہیں تنخواہ ملتی ہے۔ تو علماء حضرات نے بھی اس سے کنارہ کشی کی۔ اب زمانہ آگیا اب گو دیہاتی مولویوں کو اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ اب تو بڑے بڑے مولوی بھی ایک دوسرے کو لڑانے' جھگڑے کرانے اور فرقہ بندیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ باتیں تو مولویوں نے پڑھنا پڑھانا ہی چھوڑ دیا۔ بلکہ اب تو ایسی کتابیں تلاش کرنا جس میں یہ چیزیں ملیں وہ بھی محال ہو گیا۔ وہ باتیں ملتی ہی نہیں۔ اب تو رسمیں بن گئی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قربانی نبی اللہ کریم کا ایک ایسا احسان ہے۔ جس میں امت محمدیہ منفرد ہے۔ اور کسی امت کو اور کسی نبی اور کسی رسول کو بھی ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ نصیب نہیں ہے۔ نہ صرف کسی امت کو بلکہ کسی نبی کو بھی سعادت حضرت ابراہیم السلام کے بعد کتنی امتیں آئیں کتنے نبی کتنے پیغمبر آئے۔ کسی امت کو یہ سعادت نہیں دی گئی یہ سعادت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کے بعد آقائے نامدار صلی اللہ علیہ سلم کے طفیل اس امت مرحومہ کو عطا کی گئی۔

تو برادران گرامی ! اس خلوص کے ساتھ۔ اس نیت کے ساتھ جانور ذبح کیجئے جتنی اللہ توفیق دے اور اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ برکات نصیب ہو وسعت نظر نصیب ہو۔ درد دل نصیب ہو۔ اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو

ذکر سے ہے وجودِ زندگی

مولانا محمد اکرم اعوان

رب کریم کی ساری تخلیق میں انسان ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے یوں تو اس کائنات بسیط میں ایک تنکے سے لے کر سورج جیسے عظیم جرم تک ہر ہر چیز اپنے اندر قدرت باری کی عظمت باری کے عجیب و غریب نشانات لئے ہوئے ہے اور ایک عجیب حد فاصل ہے تخلیق باری میں اور مخلوق کی تخلیقات میں کہ جو چیز فطری طور پر پیدا ہوتی ہے اس جیسی دوسری چیز کوئی فرشتہ کوئی انسان کوئی ذی روح نہیں بنا سکتا۔ انسانی ذہن ہوائی جہاز تو بنا سکتا ہے۔ جدید طرز کے راکٹ تو بنا سکتا ہے لیکن ایک مکھی کا پر جن خصوصیات کا حامل مکھی کے ساتھ قدرتی طور پر پیدا ہو گا ویسا کوئی مشین نہیں بنا سکتی۔ ایک چھوٹا سا گھاس کا تنکا مٹی میں جو اگایا جا سکتا ہے کوئی مشین ان خصوصیات کی حامل نہیں بنا سکتی اس کی نقل بنائے گی جو بے حس و بے جان کسی مسالے کی تار ہو گی اس میں وہ خصوصیات نہیں ہوں گی جو صنعت باری میں ہوں گی۔ یہ اتنی عظیم صنعت اور اس ساری صنعت کا مدار اس کی بقا اور اس کی حیات ہے ذکر الٰہی۔ ایک چھوٹے سے تنکے سے لے کر سورج جیسے عظیم جرم تک زمین سے لے کر آسمانوں تک کوئی شے بھی اللہ کا ذکر چھوڑ دے تو وہ باقی نہیں رہتی یہ قانون ہے جیسا قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا۔

و ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ کوئی چیز یعنی کسی چیز کا اگر وجود ہے تو وہ یقیناً اللہ کا ذکر کرتی ہے تسبیح بیان کرتی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو چیز اللہ کی تسبیح بیان نہیں کرتی اس کا وجود باقی نہیں رہ سکتا۔ لیکن یہ ساری چیزیں اللہ کی عظمت کا شعور نہیں رکھتیں ان کی اطاعت حکم کی اطاعت ہے اور یہ اطاعت پر مجبور و بے بس ہیں اطاعت کے علاوہ یہ کچھ کر ہی نہیں سکتیں۔ کمال اطاعت کی تو حد کر دی ہے ان چیزوں نے کہ یہ کروڑوں سالوں سے سورج کا طلوع و غروب جس اندازے پر ہے۔ اگر اس میں تھوڑا تھوڑا فرق بھی پڑتا رہتا تو شب و روز کا نظام درہم برہم ہو چکا ہوتا اگر یہ اپنی گرمی سردی کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا سورج اور زمین کے درمیان فاصلہ گھٹتا بڑھتا رہتا تو یہ کائنات باقی نہیں رہ سکتی تھی مسلسل صدیوں تک مقرر وقت تک اور مقرر راستے سے اور ایک مقرر روشنی کی مقدار تقسیم کرتے ہوئے گزرتے رہنا اس کی اطاعت کا کمال تو ہے لیکن یہ اطاعت حکم کی ہے کہ مجبور و بے بس ہے قدرت باری کے سامنے اس کی اپنی پسند کو اس میں دخل نہیں ہے۔

یہی حال فرشتے کا ہے **ملائکہ** میں ایسے بھی ہیں جو سوائے تسبیح اور اللہ کی تحمید و تقدیس کے اور کچھ نہیں کرتے بعض ایسے ہیں جو اپنی تخلیق کے دن سے

رکوع میں ہیں اور ہمیشہ رکوع میں ہی رہیں گے۔ جب تک اللہ کا ان کو باقی رکھے گا۔ بعض سجدے کی حالت میں ہیں بعض دوسرے جو دیگر امور پر متعین ہیں وہی کام کرتے ہیں جن کا اللہ کریم کی طرف سے حکم ملتا ہے اور سرمو انحراف نہیں کرتے۔

لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون۔ رائی برابر حکم عدولی نہیں کرتے وہی کچھ کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اس سب کے باوجود ملائکہ میں اور انسان میں بھی ایک فرق ہے۔

ملائکہ کو اللہ کریم نے وہ قوت گناہ یا گناہ کی استعداد ہی نہیں دی وہ گناہ کر سکتے ہی نہیں یہی وجہ ہے کہ یہ انتہائے اطاعت جو ہے یہ ان کے لئے ترقی درجات کا سبب نہیں بنتی بلکہ جو جس جگہ پر جس مقام پر اللہ کریم نے پیدا فرمایا ہے ہمیشہ کے لئے اس کا وہی مقام ہے۔

وما منا الالہ مقام معلوم۔ جس رتبہ پر جس درجہ پر تخلیقی طور پر رب جلیل نے انہیں فائز کر دیا ہے ان کا وہی رتبہ ہے۔ انسان ان ساری تخلیقات میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ سب سے بڑا کمال جو اللہ نے اس میں سمو دیا ہے وہ اللہ کی عظمت سے آشنائی کا شعور اور قوت ادراک ہے۔ جو باقی کسی مخلوق میں نہیں۔ ساری مخلوق حکم کی اطاعت کرتی ہے لیکن اسے یہ شعور و ادراک عطا فرما کر رہ کائنات بسیط میں چھوڑ دیا گیا ہے کہ اب اس کا جی چاہے تو مخلوق کے حسن میں الجھ جائے۔ یا اپنے شعور و ادراک کی بلندیوں سے کام لیتا ہوا مخلوق کو چیرتا پھاڑتا پیچھے چھوڑتا ہوا خالق کائنات کے دروازے پر جا کھڑا ہو اور جب اس کا سر جھکتا ہے تو حکم کے سامنے نہیں جھکتا حاکم کے سامنے جھکتا ہے اور حکم کی اطاعت اور حاکم سے تعلقات میں بہت بڑا فاصلہ ہے بہت بڑا فاصلہ ہے۔

بلکہ حدیث قدسی میں مخلوق کی وجہ تخلیق ارشاد ہوتی ہے اللہ کریم فرماتے ہیں **کنت کنزاً مخفیا** میں ایک ایسا خزانہ تھا جسے کوئی نہیں جان سکتا تھا **فاحببت ان اعرف** تو میں نے چاہا کوئی میرے جاننے والا بھی ہونا چاہئے **فخلقت الخلق** تو میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا۔ اسے وجود عطا فرما دیا۔

اب اس میں ایک ہے اللہ کا حکم اس میں تو انسان کو بھی مجال دم زدن نہیں جتنے امور حکما وارد ہوتے ہیں انسان پر مثلاً" پیدا ہونا اس کے اپنے بس میں نہیں ہے شکل و شباہت بنانا اس کے اپنے بس میں نہیں ہے امیر و غریب ہونا صحت مند ہونا یا بیمار ہونا اس کے اپنے بس اور اختیار میں نہیں ہے اس میں یہ بھی تقدیر کے دھارے میں رولنگ سٹون (لڑھکتا ہوا پتھر) بنا ہوا ہوتا اور بالکل اسی کے مطابق کرتا چلا جاتا ہے اگر اللہ کریم کی طرف سے بیماری آ جائے تو اپنے سارے ذرائع استعمال کرنے کے باوجود بیمار رہتا ہے صحت و قوت مل جائے تو اس سے مستفید ہوتا ہے حتیٰ کہ موت آ جائے تو بے چون و چرا مر جاتا ہے۔

لیکن جب معاملہ اللہ کی اس اطاعت کا آتا ہے جس کو اس کی پسند و ناپسند پہ چھوڑ دیا تو اسے مجبور نہیں کیا جاتا ایک مقرر وقت تک جب تک اسے مہلت دی گئی ہے اسے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ یہ کائنات میں رہ کر کہاں تک اطاعت الہیٰ اختیار کرتا ہے۔ تخلیقی طور پہ حسن کو بھلائی کو اور اچھائی کو اس کی پسند بنا دیا ہے رب کریم نے اب یہ اس کائنات بسیط میں رہ کر حسین سے حسین تر اور اعلیٰ سے اعلیٰ ترین طرف تلاش و جستجو کرتا رہتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے اس کی تلاش کا کہ اگر اس کے حواس درست ہوں تو یہی تلاش اسے اللہ جل جلالہ کے دروازے پر لے جاتی ہے اور اگر حواس میں خلل واقع ہو جائے تو پھر اس کی پسند بدل جاتی ہے جو واقعتاً جو چیزیں قبیح ہوتی ہیں وہ اسے پسند آنے لگتی ہیں اور جو حسین ہوتی ہیں وہ اس کی نگاہ میں قیمت کھو دیتی ہیں اور

یہ تب ہوتا ہے جب اس کا مزاج انسانی بگڑ جائے اگر مزاج انسانی درست ہو اور وہ اپنی اصلی حالت پہ قائم رہے جیسے بدن کی صحت ہوتی ہے تا اگر صحت مند بدن ہو تو وہ میٹھی اور کڑوی لذیذ اور بے ذائقہ میں بڑی اچھی طرح تمیز کرتا ہے لیکن جب صحت بگڑتی ہے تو قوت ذائقہ بھی مجروح ہو جاتی ہے۔

اور آپ دیکھیں گے کہ دودھ بھی پلایا جائے تو بخار میں مبتلا انسان اسے کڑوا محسوس کرتا ہے۔ آپ میٹھے پھل دے دیں تو اسے بے ذائقہ لگتے ہیں اس لئے نہیں کہ اس پھل میں لطف نہیں رہا یا دودھ میں کڑواہٹ آ گئی بلکہ اس کے لئے کہ اس کی قوت ذائقہ جو ہے وہ بگڑ گئی ہے۔

اسی طرح جب انسان کا دل بگڑتا ہے تو اس کا اثر اس کی نگاہوں پر یہ پڑتا ہے کہ اسے اچھائی میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی واقعی جو چیز حسن ہے اور حسین ہے اور اسے حسین نظر نہیں آتی اور قباحتیں اور بدصورتی جو ہے وہ اسے پسند آنے لگتی ہے اور یہ انسان کی تباہی اور بربادی کا راستہ ہے۔

تو اللہ کریم نے اس پر ایک اور شفقت فرمائی کہ اسے محض اس بات پر نہیں چھوڑ دیا کہ یہ مخلوق سے خالق کا پتہ چلائے ان کی سمت کو دیکھ کر۔ اگرچہ یہ بہت بڑی دلیل ہے کہ کوئی موسموں کے آنے جانے رات دن کے تغیر و تبدل چیزوں کے پیدا ہونے پھولوں کے کھلنے اور مرجھانے' بارش کے برسنے پر اگر غور کرے تو نتیجتاً" یہ غور و فکر ایک ایسی ذات کے دروازے پر لے جاتا ہے جو خالق اور تمام نظام کو ایک حسن ترتیب سے چلا رہا ہے اور اللہ کی عظمت کو جاننے کے لئے یہ بہت زیادہ نشانیاں ہیں۔ جیسے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے

ان فی خلق السموات و الارض و اختلاف الیل و النہار لایت لا ولی الالباب

ذی شعور لوگوں کے لئے یہ شب و روز کا آنا جانا اور بے شمار تخلیقات کا منصہ شہود پہ آنا۔ آپ اندازہ کریں کہ ایک لمحے میں زمین کے اس فرش پر کتنے کروڑ ہا پھول کھلتے ہیں کتنے انسان پیدا ہوتے ہیں کتنے پتے ہر لمحے درختوں کے ساتھ اگتے ہیں اور کتنی عجیب بات ہے کہ کبھی غلطی سے بھی کسی ایک درخت کا پتا کسی دوسرے قسم کے درخت کے ساتھ نہیں اگتا۔ حسن ترتیب ہے کہ کسی جگہ کوئی غلطی نہیں کرتا ہر چیز اپنی اپنی جگہ اور اتنا مسلسل عمل جاری ہے تخلیق کا کہ انسان لامحالہ کہہ اٹھتا ہے کہ اللہ ہی قادر ہے اس سب کو کرنے پہ کسی اور کا بس نہیں۔

یہ دلائل کافی تھے رحمت باری نے انسان کو ان میں پھر بھی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ایسی جلیل القدر ہستیاں مبعوث فرمائیں جو تخلیقی طور پر جمال باری سے آشنائی رکھتی ہیں۔ جنہیں اصطلاح شریعت میں نبی اور رسول کہا جاتا ہے انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام تھے تو انسان لیکن اسی پائے کے انسان جو تخلیقی طور پر جمال باری سے آشنا تھے اور ہمیشہ ہمیشہ ان کا تعلق اللہ سے براہ رات قائم تھا اور ہر بات کو انہوں نے اللہ سے لے کر مخلوق تک پہنچایا اور پھر ایک وقت ایسا آیا جب دنیا پہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو گویا نبوت کا بھی کمال ظاہر ہو گیا اور انتہا اللہ کریم نے ظاہر کر دی یعنی وہ نبی مبعوث ہوا آپ اندازہ کریں انسان سوچے تو دنگ رہ جاتا ہے انسان کی سوچ اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے کہ ایک ہستی ایسی پیدا فرما دی اللہ کریم نے جو اپنی بعثت سے لے کر ہمیشہ تک آنے والوں کی رہنمائی کے کفایت کرتی ہے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ روئے زمین پر جہاں کہیں انسانیت کا کہیں جزو ہو کوئی انسان بستا ہو وہاں اسے جس طرح کی تہذیب و تمدن سے واسطہ ہو جس زبان میں وہ بات کرتا ہو۔ جس انداز کے اس کے شب و روز ہوں جیسا بھی موسم ہو ان تمام حالات کے لئے اس انسان کے پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک ایک ایسا ٹائم ٹیبل ہ

بعینہ اس کے حالات سے مطابقت رکھتا ہو عطا کر دینا اور ایک وقت میں عطا کر دینا اور اس میں کبھی کسی تنسیخ کی اور کسی زیادتی کی اس میں ضرورت پیش نہ آئے اور ہمیشہ ہمیشہ ساری انسانیت اس راستے پر گزرتی چلی جائے تو یہ کام صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات کا ہے۔ جنہیں اللہ نے ساری انسانیت کی راہ نمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔

ہم جب یہ چاہتے ہیں کہ یہ کمرہ روشن کریں تو ہمیں متعدد لائٹیں لگوانی پڑتی ہیں لیکن اگر ہم یہ چاہیں کہ اگر ان متعدد روشنیوں کے بجائے کوئی ایک بلب کوئی ایک لائٹ ایسی ہو جو اس سارے کمرے کو روشن کر دے تو اس کے لئے ہمیں بہت سی طاقت کا بلب لینا پڑے گا۔ اس کی وسعت کے مطابق اور اس کی ضرورت کے مطابق اتنی طاقت کا بلب ہو گا اگر ہم چاہیں کہ ہم اس پورے علاقے کو ایک لائٹ سے روشن کر دیں تو اس کے لئے کتنی زیادہ طاقت کا بلب چاہیے ہو گا۔

بالکل یہی حال یہاں ہے جب اللہ کریم نے چاہا کہ ساری انسانیت تک جمال باری کے انوارات اور روشنی پہنچے تو کتنی عظمت بخشی ہو گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو اور کتنی طاقت بخشی قلب اطہر کو کہ قیامت تک جہاں بھی اللہ کی یاد میں کوئی دل دھڑکے وہاں تک جمال باری بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ جائیں۔ انسانی عقل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا ادراک نہیں کر سکتی۔

ایک بات کہی جا سکتی ہے کہ ذات باری کے بعد منتہائے کمال کا نام ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جہاں تمام کمالات کی انتہا ہو جاتی ہے۔ آپ حسن صورت کی طرف سے آئیں قدوقامت کی طرف سے دیکھیں جمال دیکھیں صورت کا دیکھیں سیرت کا دیکھیں ارشادات دیکھیں آپ کے الفاظ مبارک دیکھیں آپ کا بات کرنے کا انداز دیکھیں چپ رہنے کی ادا دیکھیں بچپن دیکھیں لڑکپن دیکھیں جوانی دیکھیں آپؐ کو میدان جنگ میں بحیثیت جرنیل دیکھیں یا مسجد میں بصورت امام جلوہ گر دیکھیں آپؐ کو اپنے بوریا پر استراحت کرتا ہوا پائیں یا آپؐ کو سلطنت پر فرماں روائی کرتا ہوا دیکھیں کسی سمت سے بھی آئیں تو اسی سمت کا حسن جو ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تمام ہو جاتا ہے۔

انسان کو خدا نے حسن پسندی کا شعور بخشا ہے حسین بات ہو اسے کہا جاتی ہے حسین کام ہو تو اسے بھا جاتا ہے۔ حسین جانور ہو تو وہ اسے کھڑا ہو کر دیکھنے لگتا ہے یہ نہیں سوچتا کہ میں انسان ہوں یہ جانور ہے اس کی میرے نزدیک کیا قیمت یہ اس بات سے بالاتر ہو کر اس کے حسن میں بھی کھو جاتا ہے کتنا خوبصورت پرندہ ہے کتنا خوبصورت بیل ہے کتنا خوبصورت جانور ہے لیکن اگر اللہ اس کے شعور کو سلامت رکھے تب۔ شعور مجروح ہو جائے جب یہ دیوانگی اور دیوانہ پن اس پہ وارد ہوتا ہے تو اس میں تمیز نہیں رہتی بھلے برے کو یہ نہیں پہچانتا اور قدر و قیمت کھو دیتی ہے ہر شے اس کی نگاہوں میں یہی ارشاد اللہ کریم نے ان آیات کریمہ میں فرمایا ہے۔ فرمایا اللہ کریم کی دعوت جو ہے وہ تو ہے سلامتی کی اور سلامتی کی راہ کی۔

واللہ یدعو الی دارالسلام۔ لیکن انسان کو خلماً" مجبور نہیں کیا رب کریم نے اسے وجود بخشا وجود کو ضروریات بخشیں اور ان ضروریات میں ایک رنگ آمیزی اور رنگ آفرینی کر دی اور ان ضروریات کو بساط کائنات پر پھیلا دیا۔ وجود اس نے حیوانوں کو درندوں کو پرندوں کو بھی بخشا وجود کی ضروریات بخشیں ان میں لذت آفرینی فرمائی ان کی ضروریات بھی زمین کے سینے پر پھیلا دیں۔ یہاں تک انسان میں جو پاؤں میں درندوں میں اور پرندوں میں کوئی فرق نہیں اپنے لئے غذا مہیا کرنا اور ایسی غذا مہیا کرنا جو اپنی پسند کے مطابق ہو اس کے لئے سارا دن ایک کوا بھی اڑتا ہے ایک شاہین بھی شکار کی تلاش۔

کرتا ہے ایک درندہ بھی جنگل میں پھرتا ہے اور ایک انسان بھی زمین کے سینے پر سفر کرتا ہے مقصد سب کا ایک ہی ہوتا ہے مدارج سب کے جداگانہ ہوتے ہیں اور ضرورتیں اپنی اپنی لیکن معیار ایک ہی ہوتا ہے کہ وجود کی ضرورت کو اس طرح سے پورا کیا جائے جس طرح سے پورا کرنے میں کچھ لذت بھی حاصل ہو۔ تو یہاں تک تمام حیوانات برابر ہیں انسان بھی انہی میں سے ہے۔

لیکن انسان کو صرف وجود نہیں دیا اسے ایک کمال عطا فرمایا ہے اور وہ ہے اس کی روح اس کی روح عالم خلق سے نہیں ہے **قل الروح من امر ربی** اور **امر ربی** جو ہے یہ صفت ہے ذات باری کی مخلوقات جو ہیں ان کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی ہے لیکن صفات جو ہیں ان کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا ہے جس طرح ذات قدیم ہے اسی طرح اس کی صفات قدیم ہیں اور امر صنعت ہے ذات باری کی اور روح متعلق ہے **امر ربی** سے۔ تو اس مشت خاک میں اپنے امر کو سمو دیا جسے ہم روح کہتے ہیں اور اس طرح سے سمو دیا کہ وہ اس کا ایک حصہ بن گیا۔ اب بدن اس کا بھی باقی جانوروں کی طرح مادی تھا بدن کی ضروریات مادی تھیں لذات مادی تھیں لیکن روح مخلوق سے بالاتر اللہ کے اوصاف میں سے اور عالم امر میں سے متعلق ہے تو اس کی غذا بھی عالم امر سے حاصل ہو گی اور اس کی لذتیں جو ہیں وہ بھی عالم امر سے متعلق ہوں گی۔ تو پرندہ درندہ اور حیوان مادی غذا حاصل کر کے مزے سے سو جائے تو اس کا مقصد پورا ہو گیا۔ لیکن انسان اس پر زندہ نہیں رہ سکتا چونکہ اصل روح ہے تو جب تک اسے روحانی غذا اور روحانی لذات حاصل نہیں ہوں گی انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور اگر اس طرف سے منقطع ہو گیا یہ رشتہ ٹوٹ گیا تو پھر یہ بھی ایک عام جانور ہے پھر اس میں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اور آپ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کا روحانیت کا رشتہ منقطع ہو چکا ہے ان کی زندگی میں اور کسی درندے کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ یہ مقصد حیات نہیں ہے کہ انسان صرف دولت جمع کرے صرف مکانات بنائے اور بچے چھوڑ کر مر جائے یہ تو ایک درندہ بھی اپنے لئے کرتا ہے جائے پناہ بھی بناتا ہے بچے بھی پیدا کرتا ہے اور چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ انسان عالم آب و گل میں رہتے ہوئے ساری مخلوق کے ساتھ اس تگ و دو میں شامل ہو کر اپنی حیات کے ذرائع اور اسباب مہیا کرنے کے بعد وجود کی ضروریات پوری کرنے کے بعد اپنی روحانی لذات کی طرح متوجہ ہو جاتا ہے جن میں یہ اکیلا رہ جاتا ہے اور فرشتے بھی اس سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ تب یہ بڑی عجیب بات ہے کہ انسان کے پاس اتنی فرصت کہاں سے آئے گی کہ وہ ان مادی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اتنی بلند پرواز کرے کہ تخلیقات کا دائرہ نیچے رہ جائے اور وہ عالم امر میں پہنچا ہوا ہو اور ان لذائز کو جمع کر رہا ہو جو اس کی روح کی نہ صرف حیات کا سبب نہیں بلکہ ترقی درجات کا سبب بھی بن جائیں تو یہ ممکن کیسے ہے اس عالم ہاؤہو میں۔ صبح سے شام اور شام سے صبح تک تو اس کی وجود کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں اور مطالبہ اس سے عالم امر کے لذائز کو جمع کرنے کا کیا جا رہا ہے۔ تو ان کو یہ کیسے پائے گا۔

اب اس میں دیکھو رب کریم نے کیسی آسانیاں پیدا کر دیں یعنی جو چیزیں مادی تھیں اور جن کی کوئی قیمت نہیں تھی صرف مٹی کے مختلف روپ تھے یہ اس کی صنعت ہے کہ کہیں مٹی کو آم کی شکل دے دیتا ہے اور بڑا لذیذ ہوتا ہے اصل میں مٹی ہوتا ہے کوئی خارجی عنصر اس میں آ کر شامل نہیں ہوتا کہیں اناج کی صورت دے دیتا ہے کہیں گھاس کی صورت پیدا کر دیتا ہے۔ کہیں گنا اگا دیتا ہے تو یہ سب کیا ہیں یہ سب مٹی کے ذرات کے روپ ہیں خالق کائنات انہیں پیدا فرما رہا ہے مٹی سے آتے ہیں اور مٹی میں مل جاتے ہیں۔ مٹی سے

بھی بنتے ہیں اور مٹی ہی میں مل جاتے ہیں۔ لیکن اس میں سے اپنے حصے کی مٹی کو ہی تلاش کرنا اتنا لمبا کام ہے کہ وہ چند دانے غذا کے اپنے وجود تک پہنچانے انسانی عمریں صرف ہو جاتی ہیں۔

تو اس دائرہ تکلیف کے ماحول سے نکل کر اتنی بلندی پروازی یہ کہاں سے لائے گا کہ عالم امر میں جا کر اپنی روح کے لئے غذا مہیا کرے اور اس کی جوار نگاہ اور اس کی شکار گاہ بالائے عرش ہو یہ بڑی مشکل بات ہے یہ کیسے ممکن ہے۔

رب جلیل نے اپنے نبی کو پیدا فرما کر بڑا بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ جس طرح سے میرا نبی تمہیں مادی غذا جمع کرنے کا حکم دے یا دنیا کے کام کرنے کی اجازت دے۔

کہ تمہیں وجود کے لئے غذا تو جمع کرنا ہے اس میں مومن و کافر شریک ہیں انسان و حیوان شریک ہیں حیوان بھی غذا تلاش کرتا ہے کافر بھی تلاش کرتا ہے مومن بھی تلاش کرتا ہے فرمایا لیکن مومن صرف غذا تلاش نہیں کرتا اس غذا کی تلاش میں اتباع رسالت کا پہلو بھی پایا جاتا ہے اس طرح سے تلاش کرتا ہے جس طرح سے تلاش کرنے کا حکم میرا نبی دیتا ہے تو اس اطاعت سے صرف اسے مادی غذا نہیں ملتی بلکہ جب وہ مادی غذا کی تلاش میں نکلتا ہے تو اس انعام میں کہ یہ میرے نبی کے حکم کے مطابق کر رہا ہے اس کی روحانی غذا کے سوتے اس کے روح کے ساتھ جوڑ دیئے جاتے ہیں اور یہ اللہ کا انعام ہوتا ہے۔

اب یہ انسان کی مرضی کہ وہ دن کو مزدوری پر ہی نکلے اور اس طرح سے مزدوری کرے کہ اس کا رشتہ عالم امر سے ٹوٹ جائے اور صرف چند لقمے روٹی حاصل کرے یا اس طرح سے کرے کہ کھانا بھی مہیا ہو اور عالم امر سے بھی رشتہ مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔ یعنی بات ایک ہی ہے اس کے کرنے کا ڈھنگ یہ ہے صرف کہ اس نے اتباع رسالت کو اختیار کیا تو اس نے ایک تیر سے دو شکار کر لئے کہ دنیا کی دولت بھی کمائی اور عالم امر کے کمالات بھی حاصل کر لئے یعنی کام وہی ہے جو اسے ویسے بھی کرنا ہے لیکن اگر اس نے اس میں اللہ کی اطاعت کو نبی کی اطاعت کو چھوڑ کر اپنی پسند سے کیا تو اس کا معنی یہ نہیں کہ وہ زیادہ روزی حاصل کر لے گا اس لئے اللہ اس سے ناراض ہو گیا نہیں۔ بلکہ اس نے خدا سے منصب الوہیت چھیننے کی کوشش کی اور نبی سے مقام نبوت چھیننے کی کوشش کی۔

آپ دیکھیں ہمارا ایک ملک ہے اللہ نے ہمیں دیا ہے جہاں حکومت ہے اور حکومت کا ایک قانون ہے جب ہم اس قانون کو توڑتے ہیں تو حاکم کو درد نہیں ہوتا جب ہم یہاں کوئی خلاف قانون کام کرتے ہیں تو اس سے یہ نہیں ہوتا کہ حاکم کے سر پر کوئی لاٹھی برس گئی ہے حاکم کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے یہ نہیں ہوتا۔ کچھ بھی نہیں تو پھر حکومت کی ساری مشینری کیوں حرکت میں آ جاتی ہے ہمیں گرفتار کرنے کے لئے اس لئے کہ اس ملک میں جس طرح رہنا چاہئے یہ مقررہ کردہ حکومت سمجھتی ہے اس کا حق ہے اور جب ہم اپنے اختیار سے کچھ کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے حکومت سے اس کا منصب حکمرانی چھیننے کی کوشش کی۔ ہم نے متوازی حکومت قائم کر لی ہے ہم اس قانون کو جب نہیں مان رہے اپنی مرضی سے جب زندہ رہنا چاہتے ہیں ملک میں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے ایک متوازی حکومت قائم کر لی ہے۔

اسی طرح جب ہم اللہ کی اطاعت کو چھوڑتے ہیں جب ہم اتباع رسالت کو چھوڑتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی الوہیت یا اپنے آپ کو نبوت کے منصب جلیلہ پر بٹھا رکھا ہے اور آپ اندازہ کریں کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے فی نفسہ گناہ کر دینا بڑی بات نہیں اس سے خدا کا کیا بگڑتا ہے۔

ساری مخلوق ہر دم ہر آن اس کی تسبیح کرتی ہے چند انسانوں نے اگر سجدہ نہ کیا تو خدا کا کیا بگڑے گا اور سارے انسان ہمہ وقت سربسجود رہیں تو اللہ کا کیا سنور جائے گا اس کی شان مخلوق کے ماننے یا نہ ماننے سے مستغنی ہے سارے مانیں تو بھی اس کی شان ویسی ہی ہے اور سارے نہ مانیں تو بھی اس کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن فرق یہ پڑ جاتا ہے کہ جب ہم من مانی کرتے ہیں تو گویا ہم نے حق الوہیت اپنے لئے منوانا چاہا۔ جو اس کا حق اور جو حق نبی کا تھا کہ وہ راہ حیات متعین کرتا اور ہم اس پر چلتے جب ہم نے خود متعین کرنا چاہی تو گویا ہم نے دعوئی نبوت کیا خواہ ہم زبان قال سے نہ بھی کریں تو اس کے بارے یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی دعوت جو ہے وہ تو سلامتی کی طرف ہے لیکن انسان کو باندھ کر نہیں لے جاتا وہ جو کسی نے کہا تھا نا

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

حال وہی ہے کہ مخلوق میں روئے زمین پر اپنی تخلیقات میں مختلف حسن اور مختلف لذتیں بکھیر دی ہیں اور دوسری طرف اپنے جمال جہاں تاب کی لذت کو رکھا۔ انسان کو درمیان میں چھوڑ کر اسے آزاد کر دیا کہ اب اس کی پسند ہے اس طرف جاتا ہے یا ادھر آتا ہے۔

اور دیکھو لذائذ دنیا کی طرف دعوت دینے کے لئے ابلیس کو راندہ درگاہ قرار دیا اور اپنی طرف دعوت دینے کے لئے مخلوق سارا حسن سمیٹ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا۔ اب کتنی عجیب بات ہے کہ انسان جو حسن کا شیدائی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو چھوڑ دے اور شیطان کی دعوت کو قبول کر لے کتنی عجیب بات ہے۔ کتنا بگاڑ آ گیا اس کے مزاج میں اور کتنا شدید بیمار ہے وہ کہ جسے مرچ کڑوی نہیں لگتی اور وہ جو آم کو کھانا پسند نہیں کرتا۔ تو آپ کیا اندازہ کریں گے میرے خیال میں ہم تو یہ سمجھیں گے کہ اسے سانپ نے کاٹا ہے آپ نے کبھی کسی سانپ کے ڈسے ہوئے انسان کو دیکھا اسے مرچیں کھلاؤ کڑوی نہیں لگتیں اور میٹھی چیز اس کی زبان پر رکھو تو وہ مرنے لگتا ہے اور سانپ کا کاٹا اتنا شدید مرض ہے تمام بیماریوں میں سب سے خطرناک بیماری ہے اسی طرح جو شخص محمد رسول اللہ کی دعوت میں شرینی نہیں پاتا اور شیطان کی بات پر ریجھ جاتا ہے اسے سانپ نے کاٹا ہے بہت قابل رحم حالت ہے اس کی اور انتہائی فوری علاج کا متقاضی ہے وہ ورنہ مر جائے گا اور انسان کی موت یہ ہوتی ہے کہ وہ اسلام سے کفر میں چلا جائے۔ یہ روح کا بدن سے جدا ہو جانا یہ موت نہیں ہے یہ تو ایک منزل ہے انسان کی عالم امر میں تھی روح وہاں سے عالم خلق میں آئی انسان ماں کے پیٹ میں رہا وہاں سے دنیا میں آیا۔ یہاں سے برزخ میں جائے گا۔ برزخ سے میدان حشر میں پہنچے گا اور وہاں جا کر راستے متعین ہو جائیں گے کہ کون کس منزل کا مستحق ہے۔

دو ہی تو منزلیں ہیں جنت یا دوزخ جنت اس لئے نہیں کہ وہ خوبصورت ہے بلکہ جنت اس لئے محبوب تر ہے۔ کہ وہ اللہ کی رضامندی کی سند ہے۔ رضائے باری کا مظہر ہے اور دوزخ اس لئے ہیبت ناک ہے کہ وہ غضب الٰہی کا مظہر ہے اور اللہ کے غضب سے اللہ ہی پناہ مانگنا چاہئے۔ تو یہ موت تو کوئی عجیب چیز نہ ہوئی اس راستے سے ہم نے گزر کر جانا ہے حسرت تو اس بات پر آتی ہے اور قابل صد افسوس وہ بات ہے جس پر کسی سے افسوس نہیں کرتے ہم نہیں دیکھتے اپنے اردگرد ماحول کو کہ اس نئی تعلیم کی روشنیوں نے کتنی ظلمت بکھیری ہے کہ لوگ پیدا مسلمانوں کے گھروں میں ہوتے ہیں اور مرنے سے پہلے کافر ہو چکے ہوتے ہیں ایک گھر میں اگر دس فرد رہتے ہیں تو وہاں دس مذہب رہتے ہیں دس انسان نہیں رہتے کتنی عجیب بات ہے۔ باپ اور بیٹا' بہن اور بھائی یہ چار رشتے بھی کسی گھر میں کم ہی ہوں گے

جو سارے کے سارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر فدا ہوں ورنہ کسی کی پسند کچھ ہے کسی کی کچھ ہے۔

اور ایک عجیب بات ہے اس میں کچھ ہمارے مقررین حضرات کا بھی قصور ہے اور عام آدمی کا بھی ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسلام بھوکا مرنے کا نام ہے اب مسلمان کا کمال یہ ہے کہ وہ انتہائی مفلس ہو اس کے پاس کھانا نہ ہو اس کے پاس پہننے کو کپڑا نہ ہو تو یہ بڑا کمال ہے تو ایسی بات نہیں ہے۔

اسلام نام ہے نہایت مزے سے جینے کا نہایت پرلطف زندگی گذارنے کا اور پرلطف زندگی تب ہی ہو گی جب آپ کے وجود پر وہ لباس ہو جسے کوئی چھیننے والا پیچھے نہ کھڑا ہو آپ نے کسی کا چھین کر نہ پہنا ہوا ہو اور آپ ڈر رہے ہوں کہ وہ آ گیا تو وہ اتروا لے گا۔ آپ کھا رہے ہوں تو یہ خطرہ نہ ہو کہ میں نے کسی کے پیسے چھپائے تھے وہ کھا رہا ہوں اس نے دیکھ لیا تو چھین لے گا۔ بلکہ اس طرح سے کمائیں جس طرح سے کمانے کا اللہ کے رسول نے حکم دیا ہے اور جتنا جی چاہے کمائیں۔ اللہ نے تو اس پر اپنا حصہ ڈھائی فیصد رکھا ہے دیتا سارا ہے اور صرف اپنی ملکیت یاد دلانے کو فرمایا اس میں سے ڈھائی فیصد میرے مسکین اور غریب بندے ہیں ان کو دے دے اور ساڑھے ستانوے فیصد تم خود کھانا لیکن کھانے کا انداز وہ ہو جو میرے محبوب نے تجھے سکھایا۔

قرآن جب نشان دہی کرتا ہے تا عظمت باری کی تو ارشاد فرماتا ہے **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ** کہ اللہ کی عظمت کا اندازہ کر لو اس نے اپنے نبی کو بھیجا ہے ھدیٰ کہتے ہیں کسی بھی کام کے کرنے کا صحیح طریقہ اسے ھدیٰ کہا جاتا ہے کہ ہر کام کرنے کا صحیح اسلوب لوگوں کو سکھا دے اور جو کام کرنے کا صحیح طریقہ ہوتا ہے وہی آسان ترین طریقہ ہوتا ہے اس کے علاوہ آپ کسی بھی طریقے سے کام کو کرنے کی کوشش کریں تو اس میں ہزاروں مشکلات ہوں گی فرمایا ایک تو زندگی کرنے کا صحیح طریقہ سکھا دے اور وہی زندگی کرنا ان کے لئے دین برحق قرار پائے۔ یعنی اپنی مزدوری کرے اور اسی مزدوری کرنے پر ترقی درجات نصیب ہو کہ ہم اس طرح سے کر رہے ہیں جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے اللہ کے حبیب نے حکم دیا ہے۔ کر مزدوری رہا ہوں لیکن اس مزدوری میں اللہ کی اطاعت بھی ہو عالم امر میں بھی محنت ہو رہی ہو اور اجر مرتب ہو رہا ہو اور آخرت بھی بن رہی ہو اور قرب رسالت بھی اس مزدوری پر حاصل ہو رہا ہو۔

اس طرح جنگ ہو یا صلح گھر ہو یا باہر رشتہ دار ہوں یا پڑوسی دنیا میں رہنے کا کوئی کام اس کے سامنے آ جائے تو اس کا ایک حسین طریقہ سکھا دیا اور وہ طریقہ وہی ہے جو سکھایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تو فرمایا اللہ دعوت تو ان کی طرف دیتا ہے لیکن ہاتھ پکڑ کر مجبور نہیں کرتا تیری پسند پہ چھوڑ دیا ہے جب تجھے چشم بینا عطا کی شعور عطا فرمایا اور ایک طرف حسن کائنات کو اپنے محبوب نبی میں سمو کر رکھ دیا۔ اب اگر تو اتنا ہی ظالم ہے کہ اس کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا تو خدا کو تیری پرواہ نہیں ہے کہ تو کس طرف جا رہا ہے۔

لیکن فرمایا نتائج سن لے جو کل پیش آنے والی بات ہے تجھے آج بتا دی جائے ایسا نہ کہے کاش مجھے خبر ہوتی تو کل پیش آنے والی بات آج سن لے۔ **للذین احسنوا الحسنیٰ** جو لوگ حسین کام کرتے ہیں ان کے لئے انجام بھی حسین تر ہے بلکہ حسین تر سے زیادہ۔ اب ذرا آیئے اس طرف کہ کام کا حسن کیا ہو گا اور اس کا معیار کیا ہو گا اور کیا ہونا چاہئے۔ اگر یہ معیار ہم اپنی مرضی سے بنائیں تو یقیناً ہر انسان کا معیار الگ ہو جائے گا اس کا شعور الگ ہے اس کی سوچ الگ ہے ہر شخص کا علم اپنا اپنا ہے استعداد اپنی ہے دوسری بات سب سے خطرناک جو ہو گی وہ یہ ہو گی کہ عین ممکن ہے جسے ہم حسین رسی سمجھ رہے ہیں وہ سانپ نکل آئے۔ جسے ہم

خوبصورت پھل سمجھ رہے ہیں وہ زہر ہو تو پھر ہمارا بنایا ہوا معیار تو کسی کام نہیں آئے گا معیار تو وہی بنائے جس نے چیزوں میں تاثیرات پیدا کیں معیار مقرر کرنا یہ اللہ کریم کا حق ہے کہ وہ کس شے کو معیار حسن قرار دیتے ہیں اب اللہ سے پوچھنے کون جائے گا۔

فرمایا میں نے اپنی ہر پسند ہر معیار حسن کو اپنے نبی میں سمو کر رکھ دیا سونا کیسے ہے، جاگنا کیسے ہے، صلح کیسے کرنی ہے، جنگ کیسے کرنی ہے، کمانا کیسے ہے، خرچ کیسے کرنا ہے، بیوی کے ساتھ تعلقات کیسے ہیں اور والدہ کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا ہے، بہنوں کا حق کیا بنتا ہے، بھائیوں کا رشتہ کیا ہے، ماں باپ کا کیا حق ہے اور دوست احباب کا حق کہاں تک ہے، مومن کے حقوق کیا ہیں، کافر کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے، کس کس طرح سے کمانا ہے، کہاں کہاں خرچ کرنا ہے یہ ساری ادائیں اور ان کا کمال حسن جو ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں میں سمو دیا گیا ہے اب تمہارے سامنے معیار حسن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمہارے کام بھی ویسے ہو جائیں جیسا کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے تو سمجھ لو تمہارے کام حسین ہو گئے اور حسین کام پر اللہ فرماتے ہیں حسین انجام ہو گا نہ صرف حسین بلکہ کہیں زیادہ حسین تر اور نہ ان کے چہرے متردد ہوں گے نہ متفکر ہوں گے نہ سیاہ ہوں گے نہ شرمندہ بلکہ انتہائی مشکل وقت میں بھی ان کے چہرے روشن اور تر و تازہ ہوں گے اور ایسے ہی لوگ جنت کے مالک ہوں گے۔

اولئک اصحاب الجنۃ یہ لوگ جنت والے ہیں جنت کے مالک ہیں اور ابدالاباد مالک رہیں گے لیکن اگر انسان نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کو چھوڑ دیا اور اپنی پسند سے کسی اور کو اپنا معیار مقرر کر لیا کسی اور سے طرز حیات کو اپنا لیا حضور کی سنت کو چھوڑ کر تو یہ برائی ہو گی اور **والذین کسبوا السیات** جو لوگ برائیاں کمانے کی عادت ڈال لیتے ہیں **جزاء سیئۃ بمثلھا** اللہ کریم فرماتے ہیں میں زیادتی تو نہیں کروں گا لیکن برائی کی سزا اچھائی سے بھی تبدیل نہیں ہو سکتی جس طرح وہ برائی کرتا ہے اسی طرح برے انجام سے بھی دوچار ہوتا ہے پھر اللہ کی رحمت ہے کہ انسان اگر گناہ بھی کرے تو ایک گناہ کی دس بار سزا نہیں دے گا لیکن گناہ کی سزا اللہ کی رحمت سے دوری ہے جو بجائے خود بہت بڑی سزا ہے۔ **و ترھقھم ذلۃ** انہیں ذلت گھیرے گی۔ **مالھم من اللہ من عاصم** جو اپنا رشتہ اتباع رسالت سے توڑے گا اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے اس کے پاس کوئی جائے پناہ نہیں۔

بیٹھنے کون دے ہے پھر اس کو
جو تیرے آستاں سے اٹھتا ہے

یعنی جب سے جس انسان نے بھی تیرا در چھوڑا چاہے وہ مغربی ہو یا مشرقی دنیا کے کسی خطے کا رہنے والا ہو ذلت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ ہم یورپ کی امارت اور زندگی کی جدید سہولیات سے متاثر تو ہیں لیکن اگر ذلت عزت کے اعتبار سے ہم یورپ کی زندگی کو دیکھیں تو حیوانوں سے بدتر زندگی ہے نہ کسی باپ کی عزت محفوظ ہے نہ کسی بھائی کی عزت کا کوئی معیار ہے نہ کسی کے گھر کی کوئی عزت ہے عزت نام کی کوئی شے ہے ہی نہیں۔ گھر ہو زندگی ہو یا معاشرتی زندگی ہو شہری زندگی ہو عزت نام کی چیز ان کے دیس سے نکل چکی ہے جسے آپ عزت سمجھتے ہیں وہاں اس چیز کا کوئی نام نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اب انہوں نے نیوڈسٹی (عریاں شہر) بنانے شروع کر دیے ہیں۔ ایسے شہر جن میں جانوروں کی طرح برہنہ انسان رہتے ہیں۔ جہاں ماں باپ بیٹا بیٹی بہن بھائی میاں بیوی دوست دشمن پولیس افسر سے مدعی اور رپورٹ دینے والے تک اور چوکیدار سے دکاندار تک سارے لوگ بغیر لباس کے رہتے ہیں کیا وہاں عزت کا کوئی تصور ہو سکتا ہے۔ یورپ کی تہذیب کا کمال یہ ہے تہذیب کی اعلیٰ

منزل اب یہ ہے کہ انسانیت سے گر کر درندوں سے بھی کم تر زندگی کی طرف چلے گئے ہیں۔

میں نے اپنی عزت پر درندوں کو بھی لڑتے دیکھا ہے سوائے خنزیر کے باقی درندے بھی درندوں تک بھی نر اپنی مادہ کو اپنی عزت سمجھتا ہے اور دوسروں کو قریب سے نہیں گزرنے دیتا سوائے خنزیر کے یورپ کی زندگی خنزیر کی زندگی سے بھی بدتر ہو چکی ہے۔

فرمایا تم چھوڑ تو دو گے میرے نبی کو لیکن ذلت تمہیں ہر طرف سے گھیر لے گی اور کتنا حق فرمایا اللہ کریم نے **ترھقھم ذلۃ** – ذلت ان کا مقدر بن جائے گی۔ ان کا اوڑھنا بچھونا بن جائے گی۔

اور یورپ کا یہ قانون ہے کہ بیٹی اگر غیر مرد سے برائی کر رہی ہو تو باپ وہاں سے گزرے یا دیکھ لے تو قانوناً اسے کہنا پڑتا ہے۔ Have anicetime (خوش رہو) اگر نہیں کہے گا تو وہ اس پر کورٹ میں دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اس نے ہمارے کام میں مداخلت کی اور ہمیں بے لطف کیا۔ صرف یہ نہیں کہ وہ برداشت کر کے گزر جائے بلکہ اسے یہ کہنا پڑتا ہے Have anicetime (خوش رہو) کیا یہ انسانی زندگی ہے اور یہ نہیں ہے کہ یورپ والوں کو دکھ نہیں ہوتا اتنا دکھ ہوتا ہے کہ خبر نہیں کتنے روزانہ تعداد میں خودکشی کر کے مرجاتے ہیں۔ آخر انسانی مزاج کسی نہ کسی کونے میں موجود ہوتا ہے جب تک دوسروں کی عزت سے کھیلتے رہتے ہیں تب تک خوش رہتے ہیں جب اپنی باری آ جاتی ہے تو تب ان کے دل پر بھی چوٹ لگتی ہے لیکن ان کے پاس موت کا راستہ بھی ذلیل ترین راستہ ہے عزت کی موت بھی ان کے مقدر میں نہیں ہوتی پھر خودکشی کی طرف بھاگتے ہیں **ترھقھم ذلۃ** فرمایا میرے نبی کو چھوڑ تو دو گے لیکن ذلت تمہارا اوڑھنا بچھونا بن جائے گی۔

اور اتباع رسالت میں یہ مزا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنا کر دیکھو کسی جنہم میں بھی اگر تم زندہ بیٹھے ہو گے تمہارے اردگرد روشنی کا ہالہ ہو گا راحت ہو گی اور تمہارے دل میں سکون اور عزت موجود رہے گی۔

انسان کی یہ دنیوی زندگی جو ہے اس کا ایک سرا آخرت سے ملتا ہے جس طرح انسان جب شکم مادر میں ہوتا ہے تو وہ دنیا پر نہیں ہوتا لیکن اس کا دوسرا سرا اس کے سفر کی انتہا دنیا سے ملتی ہے تو دنیا کی فضا اسے متاثر کرتی ہے اگر ماں کو سردی لگے تو جو بچہ اس کے شکم میں ہے وہ سردی سے متاثر ہوتا ہے اگر ماں کو گرمی لگے ماں بیمار ہو۔ ماں کھائے ماں پیئے۔ ماں کی غذا ماں کی صحت و بیماری اسے اس کے پیٹ میں متاثر کرتی ہے چونکہ اس کا تعلق دنیا سے ہوتا ہے جب دنیا میں آتا ہے تو برزخ کے لئے ماں کا پیٹ ہے جب یہاں سے چلے گا تو یہاں کی موت برزخ کی پیدائش ہے اس کا دوسرا سرا آخرت سے ملا ہوا ہے تو آخرت میں جب انسان کے لئے جنت کی تعمیر ہو رہی ہوتی ہے تو یہاں اسے سولی پر بھی لٹکا دو اس کے دل میں ایک لذت ہوتی رہتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ایک سفر پر تھے۔ منافقین نے دھوکا دیا کفار کو گھات میں بٹھا کر رکھا اور انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا وہ تعداد میں تھوڑے تھے وہ بہت زیادہ تھے تھوڑی دیر لڑائی ہوئی وہ شہید ہو گئے دو تین صحابہ قید ہوئے تو ان شہید کرنے والوں میں ایک شخص صبح لوگوں نے دیکھا تو مدینہ منورہ کے قریب آ رہا تھا۔ وہ ایک آدمی ہتھیار پھینک کر مدینہ منورہ کو چل پڑا جانتا تھا کہ جو جرم میں نے کیا ہے اس کی سزا تو یہ ہے کہ مجھے دیکھتے ہی میری گردن مار دی جائے۔ لیکن اس کے اندر ایک تجسس پیدا ہو گیا خواہ میں مر جاؤں میں اس بات کا جواب چاہوں گا جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو اسے گرفتار کر لیا گیا اس نے کہا میں تمہارا مجرم ہوں۔ مسلمانوں کا مجرم ہوں میری سزا قتل ہے لیکن مجھے قتل کرنے سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔ ایک خلش ہے جو مجھے یہاں تک لے آئی ہے ہم عرب

ہیں اور مزاجاً" جنگجو ہیں لڑنا مرنا مارنا یہ ہمارا پیدائشی کھیل ہے ہم اسے ماں کی گود سے سیکھتے اور کرتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو قتل ہو جاتا ہے وہ ذلیل ہو جاتا ہے پریشان ہو جاتا ہے ہار جاتا ہے شکست کھا جاتا ہے اور جو قتل کر لیتا ہے وہ بڑا عظیم انسان ہوتا ہے وہ فاتح ہوتا ہے میرے ساتھ اس کے برعکس معاملہ پیش آیا۔ جس مسلمان سے میں لڑ رہا تھا میں نے لڑتے لڑتے پینترا بدل کر نیزہ مارا اور ایسا لگا کہ اس کے سینے کو توڑتا ہوا پشت کی پسلیوں کو توڑتا ہوا پیچھے نکل گیا تو اس آخری لمحے اس شخص کے منہ سے جو بات نکلی وہ یہ تھی رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا میں حیران ہوں میں سمجھتا تھا کہ میں جیت گیا اور یہ ہار گیا لیکن نزع کے وقت اور پھٹے ہوئے سینہ کے ساتھ کوئی شخص جھوٹ نہیں بولتا وہ ایسا وقت نہیں ہوتا کہ کوئی شخص جھوٹا دعویٰ کرے اس نے جو کہا اس وقت جو کہا یقیناً سچ کہا مجھے بتا دو کہ یہ کیا لذت ہے سینہ چھلنی ہو جائے تو بھی انسان سرفراز ہی رہتا ہے اس میں راز کیا ہے لذت کیا ہے تو وہ اسے پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں لے گئے یہ لذتیں جو ایسی ہستی کی جوتیوں میں بٹتی ہیں ان کی آشنائی پیدا کر لو تمہیں بھی مرنے جینے کا ڈھنگ آ جائے گا۔

تو یہ ضروری نہیں ہے کہ دنیا کی حیثیت میں کوئی راحت ملے تو انسان راحت حقیقی کو پا لے بلکہ کتنے ایسے ہیں جو شاہی محلوں میں رہتے ہیں انہیں سکون کا لمحہ نصیب نہیں ہوتا اور کتنے ایسے ہیں جنہیں گولیوں سے اڑا دیا جاتا ہے لیکن ان کا وہ مرنا اور رقص بسمل بھی انہیں ایک لذت دے جاتا ہے چونکہ ہر کام بنسبت اپنے انجام کے ہوتا ہے تو جس کام پر تعمیر آخرت ہو رہی ہو یا عالم روحانیات کی لذائذ قربان ہو رہی ہوں وہ بظاہر مشکل بھی ہو تو لذیذ تر ہوتا ہے اور انسانی زندگی اخروی نتائج سے متاثر ہوتی رہتی ہے اس لئے جب کوئی شخص اتباع رسالت اختیار کرتا ہے نیکی کرتا ہے تو اس کے صلے میں عالم امر میں اس کے درجات بنتے ہیں اور ان کا پرتو ان کی دنیوی زندگی اس وجود اس کے دل اور اس کے ذہن میں پڑتا ہے اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ اللہ کرنے والے لوگ کتنے مزے سے جیتے ہیں۔ کتنے سکون سے اپنا وقت گزارتے ہیں اور بداندیش اور گنہگار اور برائی کر کے کبھی کوئی شخص سکون کی نیند نہیں سوتا چونکہ جو نتائج اخروی مرتب ہو رہے ہوتے ہیں ان کا عکس ان کی دنیوی زندگی پر پڑتا رہتا ہے۔

سید عبدالعزیز دباغ رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات ملتے ہیں الابریز میں آپ بہت وسیع نگاہ رکھنے والے اور وسیع سینہ رکھنے والے بزرگ تھے ایک دفعہ بادشاہ نے گورنر کو معطل کر دیا۔ تو ان کے ایک خادم نے ایک مرید نے جو پاس بیٹھا تھا عرض کیا حضرت اللہ نے بڑی مہربانی فرمائی ہمارے شہر کا گورنر جو تھا یہ ظالم تھا لیکن نے اسے معطل کر دیا ہے۔ تو وہ فرمانے لگے معطل تو کر دیا ہے لیکن شاید بحال کر دے۔ اس نے عرض کی حضرت وہ کیسے فرمایا میں اس کی آخرت پر جب نگاہ کرتا ہوں تا تو اس کے لئے جو سزائیں آخرت میں بن رہی ہیں وہ ابھی مسلسل بڑھتی جا رہی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی اور ظلم کرے گا۔ اگر اس کے ظلم کے ہاتھ منقطع ہو چکے ہوتے تو تعمیر وہاں رک جاتی جو وہاں پر اللہ کے غضب کو تعمیر کر رہی ہے وہ رکی نہیں ہے تو وہ آپ کے ارشادات جمع کرنے والا الابریز کے آخر میں لکھتا ہے کہ واقعی بادشاہ نے گورنر کو بحال کر دیا۔ حضرت کا وصال ہو گیا ہے حضرت دنیا سے اٹھ گئے ہیں لیکن گورنر کے مظالم ابھی بدستور ہم پر مسلط ہیں۔

تو گناہ کا فلسفہ یہ ہے کہ یہ نری خطا نہیں ہے کہ ہم نے خطا کی اور بات ختم ہو گئی اصل یہ ہے کہ اس پر ایک اخروی نتیجہ مرتب ہوتا ہے جو نتیجہ ہماری اس

باقی صفحہ نمبر 47 پر

معراج کی حقیقت

:مولانا محمد اکرم اعوان

سورۃ نجم کی آیات میں واقعہ معراج شریف کی کچھ تفصیلات اور واردات ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ سب سے پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ جس واقعہ کے بارے یہ ارشاد ہو رہا ہے وہ مشہور واقعہ معراج شریف ہے اس میں حضور اکرمؐ بنفس نفیس حسد اطہر کے ستھ بیت اللہ شریف سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک اور بالائے عرش اور جہاں تک رب العالمین چاہا تشریف لے گئے اور اس کی تفصیلات حدیث شریف پر کثرت سے ملتی ہیں ایک ایک جزو کی تفصیل ملتی ہے۔ بعض لوگوں کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ معراج شریف جسمانی نہیں تھا اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ معراج شریف کا واقعہ اکیلا نہیں ہے بلکہ متعدد واقعات ہیں اور بار بار حضورؐ کو شرف معراج سے نوازا گیا لیکن اس معروف واقعہ کے علاوہ باقی سب روحانی ہیں جسد اطہر زمین پر تشریف فرما تھا اور روح [illegible] کو وہ بلندیاں اور وہ عظمتیں نصیب ہوئیں۔ تو جہاں ان کی طرف اشارہ ملتا ہے ایک تو وہاں لوگوں کو دھوکا لگتا ہے اور دوسرا اور سب بڑا دھوکا فلاسفہ کی تعلیمات اور ان کے اصولوں کی وجہ سے لگتا ہے۔ جسم کا آسمانوں پر جانا عقلاً محال ہے اور آسمان کا پھٹنا اور جڑنا اسے خرق وایام کہتے ہیں اس کا پھٹنا اور جڑنا اور اس میں سے راستہ بننا یہ عقلاً محال کہا جاتا ہے۔

اس طرح آسمان اور زمین کے درمیان ہوا کی ایک خاص حد ہے جس کے آگے ہوا نہیں ملتی اس سے آگے کہیں سخت سردی ہے کہیں سخت گرمی ہے فلاسفہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ ساری باتیں عام انسان کے لئے ہیں اللہ کریم کو یہ باتیں عاجز نہیں کر سکتی وہ ہر چیز پہ قادر ہے اور وہ جب چاہتا ہے تو اشیاء کی تاثیر اور ان کے اثرات کو تبدیل کر دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اس کے لئے راستے کھول دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے ہے اسباب موجود ہونے کے باوجود راستہ نہیں ملتا۔

اگر معراج روحانی ہوتا تو یہ خواب کی مثل ہوتا کیوں کہ روحانی وار دات اور خواب میں تھوڑا سا فرق ہوتا ہے خواب انسان غیر اختیاری طور پر دیکھتا ہے اور روح کے سفر کو اختیاری طور پر اور بیداری میں دیکھتا ہے۔ اگر اس طرح کا واقعہ ہوتا کہ مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر اس حیثیت سے بیت المقدس کو دیکھ لیتا یا اس حیثیت سے آسمانوں کو دیکھ لیتا ہوتا تو اس پر غالباً" مشرکین مکہ بھی اعتراض نہ کرتے یہ ایسی عجیب بات نہیں تھی کہ اس پر اتنا طوفان بپا ہوتا اور اہل مکہ چیختے اور چلاتے انکار بھی اس بات پر کرتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ

ایک شخص کو ہم رات کو مکہ مکرمہ میں دیکھیں علی الصبح انھیں تو مکہ مکرمہ میں دیکھیں اور وہ شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں بیت المقدس بھی گیا آسمانوں پر بھی گیا وہ کہتے تھے کہ آسمانوں کی بات تو چھوڑ دو بیت المقدس جانے کے لئے ہمیں مہینوں اونٹوں کو بھگانا پڑتا ہے اور بڑے بڑے فربہ جانور جو ہیں وہ واپس آنے تک ہڈیوں کا پنجر بن چکے ہوتے ہیں ہم بھاگ بھاگ کر اور بھوک اور پیاس برداشت کر کر کے اور راستے کی صعوبتیں برداشت کر کے وہاں پہنچتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں رات بیت المقدس گیا بھی اور واپس آ بھی گیا اور جتنا اپنی طرف سے امتحان انہوں نے لیا وہ سارا بھی بیت المقدس کے آنے جانے والے راستے سے متعلق تھا کیوں کہ وہ جانتے وہی کچھ تھے۔

کہ بیت المقدس کے دروازے کتنے ہیں کھڑکیاں کتنی ہیں عمارت کیسی ہے راستہ کیسا ہے راستے میں آپ نے کیا کیا دیکھا تو حضور اکرمؐ نے جہاں ایک ایک تفصیل بتائی وہاں راستے میں اہل مکہ کے جو قافلے چل رہے تھے ان کی تفصیل ارشاد فرمائی ان کے اونٹوں کا رنگ ارشاد فرمایا۔ بعض جو منزل سے قریب تر تھے ان کے پہنچنے کا وقت ارشاد فرما دیا کہ وہ اتنے راستے پر ہیں اور پہنچنے والے ہیں ان سب کو میں نے راستے میں دیکھا ہے۔

تو یہ سارے شواہد مل کراس بات کو پختہ تر کر دیتے ہیں کہ واقعہ معراج حضور اکرمؐ کا جسد اطہر کے ساتھ بلائے آسمان جہاں تک رب العلمین نے چاہا تشریف لے جانے کا واقعہ ہے اب رہی یہ بات کہ آخرت بالائی منازل اور مقامات تک اس دنیا میں رہتے ہوئے اس دنیوی زندگی میں موجود ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کا وجود وہاں پہنچ جائے اور کس کی ظاہری مادی آنکھ اسے دیکھ سکے یا اس کا شاہدہ کر سکے ایک بات تو یہ ہے کہ یہ جتنے واقعات ہوں گے حساب و کتاب کے آخرت کے جنت و دوزخ کے میدان حشر میں پہنچنے کے بعد تو سب مومن و کافر بیک وقت دیکھ رہے ہوں گے اور یہ عجیب بات ہے کہ تمام چیزیں جو جنت کی مومنوں کو نظر آئیں گی وہ کافروں کو بھی نظر آئیں گی اور تمام عذاب دوزخ کے جو کافر دیکھ رہے ہوں گے وہ مومن بھی دیکھ رہے ہوں گے تاکہ جنت کو دیکھ کر کافروں کو اور حسرت ہو کہ اگر ہم اللہ کی اطاعت کرتے تو ہم بھی پا لیتے اور دوزخ کو دیکھ کر مومنین کے دل میں اور جذبہ تشکر پیدا ہوگا کہ اللہ کریم نے ہمیں مصیبت سے بچا لیا۔

اس طرح جو شخص فوت ہوتا ہے اور برزخ میں داخل ہوتا ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق اسے جو واردات پیش آتی ہیں ان سے آگاہ ہوتا ہے اور دیکھتا ہے تو دیکھنے میں تو کوئی محال نہ رہا۔

اب بات صرف یہ رہ گئی کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے کون دیکھ سکتا ہے تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جو ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام رفیع جو ہے اتنا بلند ہے کہ لوگ مر کر بھی ان عظمتوں کو نہیں دیکھ سکے جن کو حضور اکرمؐ اس عالم میں تشریف فرما ہوتے ہوئے ملاحظہ فرما گئے۔ اور یہ حضور اکرمؐ کے جسد اطہر اور جسم مبارک کی لطافت ہے کمالات طہارت کمال تقدس اور کمال پاکیزگی یہ ہے کہ بڑے سے بڑے اہل اللہ یا انبیاء و رسل کی ارواح مقدسہ بھی جن منازل کو پا سکیں حضور کا جسم اطہر اس قدر لطیف اس قدر نظیف اس قدر مقدس اس قدر طاہر اور اس قدر پاکیزہ ہے کہ جن عظمتوں کو انبیاء کے علاوہ اہل اللہ کی ارواح بھی نہیں پا سکتیں ان عظمتوں پر حضور کا جسم اطہر بھی تشریف لے گیا۔ یعنی یہ کمال تقدس ہے کہ جہاں روح جو لطیف تر ہے اپنے سارے تقدس اپنے سارے ورع اور تقویٰ اپنے سارے زہد اپنی ساری عبادت کے ساتھ اور اللہ کریم کی انتہائی مہربانیوں

کے ساتھ جہاں کسی کی روح پہنچ سکتی ہے روح کے پہنچنے کا راستہ جو ہے وہ نقش کف پائے رسول اللہؐ کا مرہون منت ہے۔

اور حضور کا جسد اطہر تمام ارواح کی لطافتوں سے بڑھ کر لطیف تر ہے اور روح اطہرؐ کا اندازہ آپ اس سے کر لیں کہ جو جسم مقدس اتنا لطیف تر ہے اس کی روح مبارک کی عظمت کیا ہوگی۔ انسانی عقل اس بات کا احاطہ نہیں کر سکتی یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور اکرمؐ ان مقامات لطیف پر تشریف لے گئے تو کسی جگہ پہنچنا ایک بات ہے اور اس مقام اور جگہ کو سمجھنا اور اس کے قواعد و ضوابط اور اس کے آداب اور اس کے اطوار کو جاننا یہ دوسری بات ہے آپ کسی بھی آدمی کو شاہی محل میں لے تو جاسکتے ہیں لیکن اس محل کے تمام طور طریقے اور تمام آداب جو ہیں ان کے سیکھنے کے لئے اسے عمر صرف کرنی پڑے گی۔

تو جب حضور اکرمؐ وہاں تشریف لے گئے بالائے آسمان یا بالائے عرش یا جہاں تک رب العالمین نے چاہا چونکہ جگہ کی تعین تو تب مقرر ہوتی کہ جب وہاں ہر آدمی کا وہاں آنا جانا ہوتا اور لوگ اس راستے اور اس راستے کی منازل سے واقف ہوتے پھر تو اللہ کریم ارشاد فرما دیتے اللہ کا نبی ارشاد فرما دیتا کہ فلاں مقام تک حضور تشریف لے گئے۔ تو جب بجز آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی جسم کو یہ درجہ اور یہ منصب نصیب ہی نہیں ہوا کوئی اس راستے سے گذرا ہی نہیں تو اس کے منازل کی تعین کوئی کیا جانے گا۔ اس سے بڑا سہل سا ارشاد فرما دیا **ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی** بڑا عجیب لطیف تر اشارہ ہے اس میں کہ دو کمانوں کے قریب یا اس سے بھی قریب تر اور مولوی احمد رضا خان بریلوی بڑا مزے دار ایک فقرہ لکھا ہے یہاں پسند ان کا مزاج ان کا اپنا وہ کہتے ہیں

کسی کو ملنے کے لئے اگر بازو پھیلایا جائے تو کمان کی قوس کی طرح ہو جاتا ہے آپ کسی کو قریب تر کرنے کے لئے بازو پھیلائیں تو وہ بالکل کمان بن جاتا ہے تو وہ لکھتے ہیں اللہ نے فرمایا قاب قوسین دو کمانوں میں بالکل اس سے بھی قریب تر گویا کسی کو سینے سے بھی بھینچ لیا جائے۔

مقصد یہ ہے کہ انتہائی قرب الہٰی جو اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو نصیب ہو جتنا ممکن ہے وہ قرب جس سے آگے محض ذات باری ہے مخلوق کا گذر نہیں وہ قریب تر مقام ہے محمدؐ کا اب اس کی اپنے اپنے ولی جذبات کے مطابق جو شخص جیسے بھی توجیہ کرتا رہے نتیجہ سب کا ایک ہی نکلے گا۔ کہ اللہ کے بعد ساری مخلوق میں قرب الہٰی کے مقامات میں سب سے قریب تر اور اتنے قریب تر کہ جس سے آگے مخلوق نہیں پہنچ سکتی وہ مقام شب معراج جسد اطہر سمیت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اور حضور وہاں تشریف لے گئے۔

اس قدر قریب تر اور روبرو اپنے حواس اور وہ بھی مادی حواس سمیت حضور جسد اطہر کے ساتھ تشریف لے گئے تو وہاں کا سننا وہاں کا دیکھنا وہاں کی بات کرنا تو سارا جسد اطہر کے ساتھ تھا جب جسد اطہر زمین پر تشریف رکھتا ہو اور عالی ان مقامات میں موجود ہو تو کلام بھی روحانی ہو گا۔ لیکن جب جسد اطہر تشریف لے گیا ان قربتوں میں تو دیکھنا بھی جسم کا ہو گا سننا بھی ہو گا بات کرنا بھی جسم کا ہو گا۔ تو کیا وہاں پہنچنے کے بعد جسم عالی میں یہ تاب رہ گئی اور حضور اکرمؐ نے ان عظمتوں ان رفعتوں اور ان مقامات کا اور ان کے آداب کا اور وہاں کے سمجھ اور سوچ کا وہاں کے دیکھنے اور وہاں ٹھہرنے کا سارا ادب و آداب اور طریقہ اور سلیقہ جو ہے اس کا حق ادا کر دیا ان آیات مبارکہ میں اسی سے بحث ہوتی ہے فرمایا

فاوحی الی عبدہ ما اوحی کہ جو کلام جو

ارشادات اس وقت رب العالمین نے اس وقت کے لئے مقدر فرمادیے تھے وہ تمام باتیں وہاں ہوئیں محمدؐ کے ساتھ یعنی آپؐ کا کلام باری کو سمجھنا یا اپنی گذارشات کو پیش کرنا اس میں جسد اطہر کا ان عظمتوں پر پہنچ جانا کوئی رکاوٹ پیدا کرنے کا سبب نہ ہوا بلکہ حضور اکرمؐ نے پورے حواس کے ساتھ پوری طرح کلام کو سمجھنے کا حق ادا کرتے ہوئے اور گذارشات کو پیش کرنے کا حق ادا کرتے ہوئے وہاں اللہ کریم کی باتیں سنیں بھی اور اپنی باتیں پیش بھی فرمائیں۔

یہ جو ہم التحیات میں پڑھتے ہیں نا۔ **التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات** یہ کلمات محققین کے نزدیک اس وقت کی یاد دلاتے ہیں جب حضور اکرمؐ قاب قوسین میں تشریف فرما تھے تو آپؐ نے عرض کیا کہ تمام مالی بدنی جانی عبادتیں تمام محنتیں تمام مجاہدے اللہ ساری قربانیاں سارے مجاہدے ساری طلب ساری آرزو ساری محبت ساری خواہش اے اللہ صرف تیرے لئے ہیں۔ تو جواباً" ارشاد ہوا

السلام علیک ایھا النبی اے میرے نبی تجھ پر میری سلامتی نازل ہو تم پر میرے لاکھوں سلام ہوں تو حضور اکرمؐ نے عرض کیا السلام علینا کہ بار الہا جب تیری سلامتی نازل ہو ہی رہی ہے تو اکیلے محمدؐ پر نہیں السلام علینا "نا میں" جو بھی شامل ہو جائے جسے بھی میری معیت نصیب ہو جو بھی میرے ساتھ ہو ہم سب پر تیری سلامتی نازل ہو یعنی انعام تو تھا ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لیکن آپ نے اسے تقسیم فرما دیا ہر اس شخص پر جو اپنے آپ کو اس "نا" میں داخل کرے اور نا سے مراد ہوتا ہے ہم پر یعنی جو حضور اکرمؐ کی اطاعت اختیار کر لے اور آپ کی معیت اور آپ کے ساتھ ہونے کے شرف سے مشرف ہو جائے۔

تو یہ مخاطبہ اور یہ مکالمہ جسے ہم ہر نماز میں دہراتے ہیں خود یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان عظمتوں ان قربتوں ان تجلیات ذاتی کے رو برو اور ذاتی تجلیات میں بڑا تفاوت ہے ہر شخص کو بھی اگر تجلیات ذاتی کا جلوہ نصیب ہو تو سب کو نہ ایک تجلی نصیب ہوگی نہ ایک جیسی نصیب ہوگی ہر شخص کو اس کی اپنی حیثیت کے مطابق اس کا مشاہدہ نصیب ہوگا۔

تو یہ مشاہدہ وہ تھا جو مخلوق میں سے نہ کسی دوسرے کو نصیب ہوا اور نہ اس سے بڑھ کر مخلوق کے لئے ممکن ہے قرب کی ان منزلوں پہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس کمترین بندے کو بھی یاد رکھا جو حضور کی اطاعت اختیار کرتا ہے۔ تو اس سے زیادہ کمال ہوش کی دلیل کیا ہوگی۔ اگلی آیت خود دلالت کرتی ہے اس پر اللہ کریم فرماتے ہیں۔

ماکذب الفواد کہ حضور کے قلب اطہر میں نہاں خانہ دل میں رائی برابر شبہ پیدا نہیں ہوا مطلقاً" یہ بات نہیں آئی کہ حضور کے قلب اطہر میں یہ شبہ گزرا ہو کہ یہ جو کچھ وارد ہو رہا ہے کہیں ان میں میں محض خواب دیکھ رہا ہوں ایک واقعہ ہوتا ہے بڑا عجیب کسی شخص پر وہ خود آنکھوں دیکھ رہا ہوتا ہے لیکن اس کے دل کی کیفیت مجسم حیرت کی مانند ہوتی ہے جسے وہ سمجھتا ہے میں خواب دیکھ رہا ہوں یہ ممکن کیسے ہے یہ تو ہو نہیں سکتا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں یہ حلال میرے نبیؐ پر وارد نہیں ہوا۔ آپ کے قلب اطہر میں رائی برابر شبہ نہیں آیا بلکہ آپ نے جو دیکھا قلب اطہر نے اس کی تصدیق کی۔

اور ارشاد ہوتا ہے **مازاغ البصرو ما طغی** نہ قلب اطہر نے رائی برابر شبہ کیا اور نگاہ عالی پر یہ حال تھا **مازاغ البصر وما طغی** نہ نگاہ بھٹکی حضور کی اور نہ اپنی حد سے بڑی یعنی دیکھنے کے لائق۔ اگر ایک شخص مسجد میں آتا ہے اسے دیکھنا محراب ہے تو پہلے اس کمرے کو دیکھتا ہے پہلے اس گھر والے کو دیکھتا ہے پھر وہ

تلاش کرتے کرتے محراب تک پہنچتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں میرے نبی کی نگاہ میں یہ حال نہیں تھا نہ تو وہ بھٹکی کہ جو چیز دیکھنی تھی وہاں نہ پہنچی ہو کہیں ادھر ادھر بھٹکی ہو اور نہ اس حد سے آگے بڑھی جہاں اللہ کریم اسے ٹھہرانا چاہتا تھا یعنی کمال بندگی انتہائے بندگی آپؐ کی ایک ایک ادا میں موجود تھی تو یہ تھا معجزہ نبی کریمؐ کا اور یہ کمال بھی آپؐ کا ہے کہ نہ آپ پر مدہوشی طاری ہو نہ آپ کی نگاہ بھٹکے اور نہ آپؐ اپنے مشاہدے میں کسی رائی برابر بھی شبہ میں مبتلا ہوں۔

اب آیئے اس طرف کہ یہ ولایت خصوصی جو ہے یہ شے کیا ہے معجزات پیغمبرؐ جو ہوتے ہیں وہ بطور کرامت منتقل ہوتے ہیں اسی نبی کی امت میں ان لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں جنہیں کمال اطاعت نصیب ہو چوں کہ انبیاء کی وراثت ان کے کمالات ہوتے ہیں ان کا علم ہوتا ہے اور ان کا ورع اور تقویٰ ہوتا ہے ان کی بزرگی اور ان کا تقدس ہوتا ہے اسی طرح معجزہ جب نبیؐ کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے تو اس کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے فعل اللہ کا ہوتا ہے مادر نبیؐ کے وجود سے ہوتا ہے وہی معجزہ ولی سے بھی صادر ہوتا ہے لیکن جب ولی سے صادر ہوتا ہے تو وہ معجزہ نہیں رہتا اسے کرامت کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بطفیل نبیؐ اس کی اطاعت کرنے سے نبی کا کمال ہوتا ہے اور اس کو اس سے معزز کر دیا جاتا ہے اس لئے اسے کرامت کہتے ہیں کہ اس کے طفیل ولی اللہ کو ایک عزت نصیب ہوتی ہے ایک شرف نصیب ہوتا ہے ایک بزرگی نصیب ہوتی ہے اور یہ دو طرح کی دلیل بن جاتا ہے۔

ایک اس ولی کی ولایت پر دلیل بنتا ہے کہ یہ شخص حق پر ہے اور نبی کا اطاعت شعار ہے اور دوسری وہ دلیل بنتا ہے نبیؐ کی نبوت پر کہ اس کے متبعیں میں بھی اللہ جل شانہ نے یہ فضیلتیں رکھ دی ہیں۔ تو نبی کا معجزہ بطور کرامت اس کے متبعین میں منتقل ہوتا ہے

یہ بات تب بھی ہوئی تھی جب پادری فنڈر نے یہاں ہندوستان میں بہت شور مچایا تھا اور عیسائیت کی تبلیغ کے لئے اور علماء کو عاجز کر دیا تھا دلائل سے اللہ کے ایک بندے نے یہ پیش کش کی تھی اسے کہ مردہ کو زندہ کرنا یہ حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کا معجزہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں یہ بات موجود ہے کہ وہ قبر پر کھڑے ہو کر اگر دعا مانگتے تو مردہ زندہ ہو جاتا تھا اور قبر سے باہر آ جاتا تھا تو تم مدعی ہو ان کے پیرو کار ہونے کے میں خادم ہوں محمدؐ کا تو آیئے کسی قبر پر جاتے ہیں تم دعا کرو اگر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع میں سچے ہو تو ان کا وہ معجزہ بطور کرامت تم سے صادر ہو جانا چاہئے مردے کو زندہ ہو جانا چاہئے اور یا میں دعا کروں گا اور انشا اللہ مردہ زندہ ہو جائے گا اوز شہادت دے گا کہ کون حق پر ہے۔ اس بات سے وہ بھاگ گیا تھا ہندوستان کو چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ یعنی یہ قانون ہے کہ نبی کا معجزہ بطور کرامت نبی کے متبعین کو منتقل ہوتا ہے۔

تو سوائے ان لوگوں کے جنہیں منازل سلوک نصیب ہوئی ہوں یہ معجزہ معراج جو ہے اس کی عظمتیں کس کو منتقل ہوئی ہیں صادقین جنہیں واقعی سلوک نصیب ہو حقیقتاً وارث ہوتے ہیں اس معجزے کے۔ اب حسم تو کسی کا اس تقدس کو پانے سے رہا جو محمدؐ کے حسد اطہر کا تھا ساری نیکیاں ساری عبادتیں سارے اذکار کرنے کے بعد اس روح کو بھی اگر ان نقوش کف پا پہ رسائی حاصل ہو جائے تو یہ کسی بھی آدمی کے لئے کمال کی انتہا ہے۔

اور پھر یاد رکھیں کہ ارواح کو بھی اگر شیخ کی توجہ نصیب نہ ہو تو ارواح احدیت تک بھی نہیں پہنچ سکتیں بلکہ محققین کے نزدیک احدیت کا فاصلہ زمین سے روح کی رفتار سے پچاس ہزار سال کا ہے۔ روشنی کی رفتار سے نہیں روشنی کی رفتار سے تو سورج یا چاند یا ستاروں

کا فاصلہ لاکھوں سال کا ہے آسمان کی تو کسی نے حد نہیں پائی لیکن روشنی جہاں سے آتی ہے اس کا فاصلہ زمین تک پہنچنے کا لاکھوں سال کا ہے۔ لاکھوں کروڑوں گنا تیز ہے روح کی ذاتی رفتار چوں کہ جوں جوں کوئی چیز لطیف تر ہوتی چلی جائے گی اس میں قوت بھی زیادہ آتی جاتے گی اور اس کی حرکت میں تیزی بھی آتی جائے گی۔ تو روشنی سے زیادہ لطیف تر ہے روح اور اس کی رفتار بہت زیادہ ہے اور اگر کوئی شخص مسلسل ذکر الہٰی کے سوا کچھ نہ کرے کوئی لمحہ اس کی روح چلنے سے نہ رکے تو اسے پچاس ہزار سال چاہیں احدیت تک پہنچنے کے لئے اور جو شیخ کی توجہ ہوتی ہے جو ان ہزاروں سالوں کو ایک لمحہ میں تبدیل کر دیتی ہے اور توجہ سے وہ روح کو احدیت تک پہنچا دیتا ہے۔

تو محققیں فرماتے ہیں کہ کوئی بھی شخص کسی کو مراقبہ احدیت کرا دے تو اس سے کسی مزید کرامت کا طلب کرنے والا جاہل ہوتا ہے۔ اسے شعور ہی نہیں ہوتا کہ کرامت کیا شے ہے اور اس سے بڑھ کر کسی کرامت کا ظہور ہونا ممکن ہی نہیں کیوں کہ جنہیں اللہ کریم و سعتیں دے کر عظمتیں عطا فرمائے کہ ایک مخلوق کو نہ صرف یہ پچاس ہزار سالہ راستہ بلکہ اتنا طویل راستہ اور اتنی بلندیاں نصیب ہو جائیں اور ان کی ارواح کو دنیا اور دنیا داری کے تاریک و عمیق گڑھوں سے نکال کر ان رفعتوں اور ان عظمتوں سے آشنا کر دے تو ایسے لوگوں کی عند اللہ کتنی شان کتنی عظمت اور عند اللہ کتنا مقام ہوگا۔

حق یہ ہے کہ ہر مشاہدے کی سند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور آپ کا مشاہدہ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکھا حق دیکھا اور اسے صحیح اور درست سمجھا۔ دوسرے دیکھنے والوں کو دیکھنے میں غلطی بھی لگ سکتی ہے ہماری آنکھ میں بھی قصور ہو سکتا ہے ہماری سمجھ میں بھی قصور ہو سکتا ہے اگر کسی صوفی کا مشاہدہ حضور اکرمؐ کے ارشادات سے ٹکرائے گا تو وہ ناقابل عمل ناقابل یقین ٹھہرے گا جبکہ ہر وہ مشاہدہ قابل قبول اور درست ہوگا جو حضورؐ کے نقوش کف پا کے حدود کے اندر اندر ہو گا۔ حضورؐ کے ارشادات عالی اور حضور کے مشاہدات حق کی حدود کے اندر ہوگا۔ تو یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے رب جلیل کی کہ کسی کو اس عالم میں بیٹھ کر وہ بلند نگاہی اور وہ دور بینی اور وہ عالی ہمت عطا کر دے اس کی نگاہ کو وہ روشنی عطا کر دے اس کی نگاہ کو وہ روشنی عطا کر دے کہ اس عالم میں رہتا ہوا وہ اس عالم میں بستا ہو ان نعمتوں کو دیکھتا ہو اور ان عظمتوں کے راستے اس کی روح کے لئے اور کشادہ کر دیئے جائیں اور اسی دنیا میں رہتے ہوئے اس کی روح کو وہ رفعتیں نصیب ہوں جو دوسروں کو میدان حشر میں پہنچ کر کھلیں گی کہ اس طرف بھی کوئی راستہ جاتا ہے اور لوگ کہہ اٹھیں گے۔

اے کاش ہم نے رسولؐ کی اتباع اور آپ کی غلامی میں وہ راستہ اختیار کیا ہوتا جس پر حضورؐ کے نقوش کف پاتے تھے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا بہت بڑا احسان ہے اور اس راستے کی سب سے بڑی روکاوٹ یہ ہے کہ آدمی جب اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو نیچے گر جاتا ہے جب تک اس کی نگاہ عظمت باری اور اتباع رسالت پہ رہتی ہے اور اپنے کو محض لاشے سمجھتا ہے اور اپنے کو حقیر جانتا ہے اور اللہ کا کرم سمجھتا ہے کہ وہ اسے کہاں تک پہنچا رہا ہے تب تک اسے کوئی خطرہ نہیں ہوتا چھوٹی موٹی لغزشیں اللہ کریم معاف فرما دیتا ہے لیکن جب ان عظمتوں کو ان رفعت اور بلندیوں کو اپنا ذاتی کمال سمجھنے لگتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں بھی کوئی چیز ہوں تو وہ لمحہ اس کی روحانی موت کا لمحہ ہو جاتا ہے اور اس راستے سے گرنے والا کبھی سلامت نہیں بچتا یہ قاعدہ ہے کوئی جتنی بلندی سے گرتا ہے اسے اتنی ہی زیادہ چوٹیں آتی ہیں اتنی ہی زیادہ تباہی سے ہم کنار ہوتا ہے۔

آپ نے پوچھا

سوال : اولیاء اللہ سے کرامت کب اور کیسے صادر ہوتی ہے۔ تصوف میں اس کا کیا مقام ہے ؟

جواب : کرامت فرع ہوتی ہے معجزے کی اور معجزہ جو ہوتا ہے نبی کا وہ فعل ہوتا ہے اللہ کا' صادر ہوتا ہے نبی کے ہاتھ پر' معجزہ اسے اس لئے کہتے ہیں کہ عقل اسے سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے کہ یہ کام کیسے ہو گیا ہے جو ظاہری اس کے اسباب ہونے چاہئے وہ نہیں ہوتے' جیسے انگلی مبارک کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ پیالے میں حضور نے دست مبارک رکھا تو انگلیوں سے نہریں جاری ہو گئیں۔ سارے لشکر نے سیراب ہو کر پی لیا اب عقل یہ بات نہیں سمجھ سکتی اس سے عاجز ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں سے کیسے نہریں جاری ہو گئیں یا انگلی کے اشارے سے چاند کیسے کٹ گیا تو معجزہ کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ جس کے ظہور کے اسباب کو سمجھنے سے عقل عاجز ہوتی ہے۔ معجزے کا صدور کیوں اور کب ہوتا ہے جب کفر کا مقابلہ ہو نبی سے اور بات دلائل عقلیہ سے بڑھ جائے۔ کافروں کی ضد کے سبب یا کسی چال کے سبب اور صورت حال ایسی بن جائے کہ عام آدمی کفار کی بات کو مان لے گا یا ماننے پر مجبور ہو جائے گا ایسی صورت حال بن گئی ہے کہ عام آدمی کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے' وہ سمجھے گا کہ شاید نبی کے پاس دلائل نہیں ہیں یا کمزور ہیں یا یہ جو شخص کہتا ہے میں نبی ہوں یہ اپنا موقف ثابت نہیں کر پا رہا تو معجزہ صادر ہوتا ہے۔ پھر وہ سارے دلائل سے بڑھ جاتا ہے اور ہر طرح کے اعتراضات کو ختم کر دیتا ہے۔ کسی کو ایمان نصیب ہو یا نہ ہو وہ اسکی اپنی قسمت لیکن دلائل کے میدان میں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ نبی ہار گیا یا نبی کے پاس دلائل مضبوط نہیں تھے یا معجزہ صادر ہوتا ہے احقاق حق کے لئے۔ حق کو ثابت کرنے کے لئے۔ فعل اللہ کا ہوتا ہے۔ صادر نبی کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ کرامت فرع ہوتی ہے معجزے کی۔ کرامت معجزہ ہی ہوتی ہے۔ عقل کی رسائی سے بالاتر ہوتی ہے۔ عقل کو عاجز کر دینے والی ہوتی ہے لیکن اسے معجزہ اس لئے نہیں کہا جاتا چونکہ معجزے کا لفظ مختص ہے نبی کے ساتھ تو جب بھی معجزہ کہا جائے تو جس کے ہاتھ پر صادر ہو گا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ یہ شخص نبی ہے۔ تو جیسے قرآن کریم نے صحابہ کے لئے رضوان اللہ' رضی اللہ عنہ' یہ الفاظ استعمال فرمائے تو اب کسی نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' لکھ دیا جائے تو پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ شخص صحابی ہے۔ چونکہ قرآن کی راندش یہ ہے کہ اس نے صحابہ کے ساتھ رضوان کو لگایا۔ اسی طرح انبیاء کے ساتھ سلامتی کو لگایا۔ **سلم علی یوم ولدت و یوم اموت ویوم ابعث حیا اور سلم علی ابراھیم**' تو جب انبیاء کا نام آتا ہے تو علیہ السلام لکھ دیتے ہیں ورنہ ہم ہر مسلمان کو السلام علیکم کہتے ہیں تو وہی سلام ہے اگر کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھ دیں تو کیا حرج ہے تو جب اسے مخاطب کرتے ہیں تو اسے السلام علیکم کہتے ہیں۔ چٹھی لکھتے ہیں تو السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھ دیں تو کیا حرج ہے۔ حرج یہ ہے کہ راندش قرآن یہ ہے کہ نبیوں کے نام کے ساتھ سلام آیا ہے تو کسی نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا جائے تو فوراً پڑھنے والا سمجھتا ہے کہ یہ شخص نبی ہے اس لئے غیر نبی کے ساتھ علیہ السلام نہیں لکھا جاتا۔ صحابہ کے ساتھ رضوان کا اظہار قرآن حکیم میں جگہ جگہ موجود ہے اس

لئے جب صحابہ کا نام آتا ہے رضی اللہ عنہ لکھ دیتے ہیں۔ کسی مسلم کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہو تو پڑھنے والا سمجھتا ہے یہ صحابی ہے اس لئے غیر صحابی کے نام کے ساتھ نہیں لکھا جاتا۔ ان رحمه الله قريب من المحسنين ' یا اس طرح کے الفاظ نیک لوگوں کے لئے آئے ہیں تو اولیاء اللہ کے ساتھ رحمہ اللہ علیہ لکھ دیا جاتا ہے اگر وہ دنیا سے گزر چکا ہو تو رحمہ اللہ علیہ جب لکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص ولی اللہ ہے نیک یا صالح آدمی تھا۔ اسی طرح سے معجزہ وہی فعل جب نبی کے ہاتھ پر صادر ہو تو معجزہ کہلاتا ہے لیکن جب ولی کے ہاتھ پر صادر ہو تو کرامت۔ نبی کی وراثت کے طفیل وہ نبی کے برکات کا' نبی کی وراثت کا' نبی کے انوارات کا حامل ہوتا ہے اور جب لوگوں کے گمراہ ہونے کا خدشہ ہو اور احقاق حق کے لئے زبانی یا علمی یا قلمی دلائل عاجز آ چکے ہوں اور خطرہ ہو کہ عام آدمی گمراہ ہو گا تو دلائل کو ثابت کرنے کے لئے کرامت کا صدور ہوتا ہے۔ احقاق حق کے لئے حق کو غالب کرنے کے لئے تو چونکہ ولی کے ہاتھ پر ہوتا ہے باتباع نبی ہوتا ہے تو اسے معجزہ نہیں کہتے کرامت کہتے ہیں تاکہ فرق مراتب رہے پتہ چلتا رہے کہ یہ عقل سے بالاتر بات جس کے ہاتھ سے صادر ہوئی یہ نبی نہیں ولی ہے۔ معجزہ کہا جائے تو پتہ چلتا ہے جس کے ہاتھ پر صادر ہو یہ ہستی نبی ہے تو بات ایک ہی فعل اللہ کا ہوتا ہے اور احقاق حق کے لئے صادر ہوتا ہے۔ کسی کو بڑا بنانے کے لئے نہیں 'کسی کا رعب جمانے کیلئے نہیں 'کسی سے پیسے لینے کے لئے نہیں' اسے معجزہ نہیں کہا جاتا۔ جو چیزیں عملیات سے عجائبات کا ظہور کیا جاتا ہے۔ اپنے آپ کو بڑا بنانے کے لئے۔ لوگوں کو مسخر کرنے کے لئے ' لوگوں سے پیسے بٹورنے کے لئے تو اسے اصطلاح شریعت میں استدراج کہتے ہیں۔ استدراج وہ چیز ہوتی ہے جو عجائبات کی طرح سے ظہور پذیر ہوتی ہے لیکن اس میں شیطنت کو دخل ہوتا ہے اور اس میں حق کے ثابت کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہوتی بلکہ کسی بندے کی انا کی تسکین کے لئے یا کسی کی ذاتی بڑائی کے لئے۔ اور استدراج کافر سے بھی ہو سکتا ہے ' فرق یہی ہوتا ہے کرامت ' معجزے اور استدراج میں کہ استدراج احقاق حق کے لئے نہیں ہوتا اس کے نتیجے میں کسی کی ذاتی بڑائی غالب آتی ہے یا کسی کو مالی فائدہ پہنچتا ہے یا کسی کو بیوقوف بنایا جاتا ہے اور کرامت احقاق حق کے لئے ہوتی ہے۔ ایک اس معاملے میں مجھے نام یاد نہیں حضرت رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے واقعہ حضرت نے سنایا' میں نے خود پڑھا نہیں کہ مناظرہ ہو رہا تھا' معراج شریف پر اور جو بندہ منکر تھا' انکار کرتا تھا کہ معراج پر جانا ممکن نہیں ہے تو دلائل یہ دے رہا تھا کہ آسمان پر فرق التیام یعنی پھٹنا اور جڑنا یہ ممکن نہیں ہے۔ آسمان کے لئے کوئی دلیل نہیں کہ اسے پھاڑا جائے اور پھر اسے جوڑا جائے۔ اس میں فرق التیام منع ہے اس کے پاس اس کے منطقی دلائل تھے۔ قرآن حکیم سے پیش کرتا تھا وہ جو انتیسویں پارے میں آتا ہے کہ کہیں سے بھی دیکھ لو تمہیں کسی جگہ کوئی دراڑ نظر نہیں آئے گی کہیں پھٹا ہوا نظر نہیں آئے گا اس نے اپنے دلائل جمع کر رکھے تھے کہ آپ کہتے ہیں کہ حضورؐ اس وجود باجود کے ساتھ تشریف لے گئے تو وجود مبارک اگر جائے تو اس کے لئے تو آسمان سے راستہ بننا چاہئے ' آسمان کو پھٹنا چاہئے جبکہ آسمان کا پھٹنا جو ہے وہ خارج از امکان ہے فرق التیام یعنی پھٹنا اور جڑنا یہ منع ہے تو دلائل کے میدان میں جو شخص اہل سنت کی طرف سے یا اہل حق کی طرف سے دلائل دے رہا تھا وہ جواب نہیں دے پا رہا تھا تو حضرت فرماتے ہیں ایک ولی اللہ وہاں موجود تھے انہوں نے اسے جو مخالف تھا دلائل دینے والا منطقی تھا اسے پکڑا اور اندر لے گئے کمرے میں اور انہوں نے فرمایا دروازہ بند کر دو اور اچھی طرح سے باہر سے تالا لگا دو۔ انہوں نے بند کر کے تالا لگا دیا۔ انہوں نے اسے کہا کہ میرے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ۔ اسے اپنی گرفت میں لے لیا اور ایک دفعہ کہا اللہ ہو تو دونوں دیوار سے باہر تھے اور دیوار پھٹی ہوئی نہیں تھی اور جڑی بھی نہیں تھی تو انہوں نے کہا دیکھ لو میں ایک عام

آدمی ہوں اور تو منکر ہے میں صرف خود نہیں نکل آیا تجھے بھی ساتھ لے آیا اور دیوار کے لئے پھٹنا جڑنا ممکن نہیں تھا تو نبی علیہ السلام کے بارے کونسی بات کرتا ہے کہ کیسے گزرے کیونکر گزرے ۔ یہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنایا تھا جو مجھے یاد ہے کہ ظہور کرامت ہوتا ہے حق کو ثابت کرنے کے لئے۔

سوال : ایک نمازی مالی کے کنویں کے ساتھ مصلی پر ایک سفید ریش بزرگ دکھائی دیا جو نماز پڑھ رہا تھا۔ لوگوں نے پکڑنا چاہا مگر وہ محسوس کرنے سے پہلے غائب ہو گیا؟

جواب : لوگوں نے کیوں پکڑنا چاہا۔ آپ کے لئے نماز پڑھنے والا کوئی عجیب شے ہوتا ہے ۔ جس طرح لوگ بندر دیکھتے ہیں ، ریچھ دیکھتے ہیں ، تیتر دیکھتے ہیں ، بٹیر دیکھتے ہیں بھئی پکڑو پکڑو پکڑو ، نمازی بھی اس علاقے میں ایسا ہی ہو گا ورنہ تو کوئی تک ہی نہیں بندہ نماز پڑھ رہا ہے پکڑنے کی کیا ضرورت ہے تو میرے بھائی کوئی ضروری نہیں ، دیکھنے والے کا وہم بھی ہو سکتا ہے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کوئی جن ہو ۔ تو اسکی تحقیق کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ۔ نہ پکڑا گیا نہ اس نے کسی سے کچھ کہا یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ آپ کے علاقے میں نمازی بھی عجیب شے ہے کوئی نظر آ جائے تو پکڑ لو ، پنجرے میں رکھو ، دانہ دنکا ڈالو۔

سوال : نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنی چاہئے یا نہیں ؟

جواب: نبی علیہ الصلاۃ والسلام دعا مانگا کرتے تھے جنازے کو دفن کرنے کے بعد۔ مسنون ہے ۔

جو طریقہ مسنون ہے وہ یہ ہے کہ جنازہ پڑھاتے حضورؐ ، میت لیجائی جاتی قبر پر دفن کرتے مٹی ڈالتے وقت سورہ بقرہ کی پہلی اور آخری آیات پڑھ کر مٹی دست مبارک سے قبر پہ ڈالتے اور قبر برابر کر کے حضور دعا فرمایا کرتے تھے ۔ یہ تو ہے مسنون طریقہ ، اب اگر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد کوئی دعا مانگنا چاہتا ہے ۔ اس پر اسے اصرار ہے کہ اسے ضرور مانگنی ہے تو اس انداز سے مانگے کہ کوئی دعا مانگتا ہے تو دعا ہی مانگ رہا ہے ٹھیک ہے کوئی نہیں مانگتا تو کوئی حرج نہیں ، خیر ہے ۔ اگر اصرار کیا جائے کہ نہیں جی دعا کے بغیر جنازہ مکمل نہیں ہو گا تو پھر یہ بدعت بن جائے گی ۔ کسی بھی کام کا جو شرعاً منع نہ ہو اب دعا مانگنا کسی وقت بھی کوئی منع نہیں ۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ جب میں یہاں آ کر بیٹھتا ہوں یا یہاں سے اٹھتا ہوں تو دعا ضرور مانگی جائے ورنہ گناہ ہو گا تو پھر یہ بدعت بن جائے گی اور ویسے آپ دن میں پچاس مرتبہ دعا مانگنا چاہیں کوئی حرج نہیں ۔ یہ مسئلہ جب شروع ہوا دعا کا اب تو لوگ جوں توں سو گئے ہیں ۔ کچھ نہیں ہوتا فرق نہیں پڑتا لیکن جب شروع ہوا تھا تو یہ کفر اسلام سے اس کے مقابلے بڑھ گئے تھے اور دعا مانگنے والے اور نہ مانگنے والوں کے بڑے معرکے ہوتے تھے تو حضرت رحمہ اللہ تعالی علیہ نے اس کا ایک حل نکالا تھا کہ جنازہ پڑھنے کے بعد صفیں منتشر کر دو ، ترتیب ختم کردو تاکہ دعا اس نماز کا حصہ نہ بنے اور جو نہیں مانگتا اسے ملامت نہ کرو ، یہ مت سمجھو کہ یہ ضروری ہے ۔ پھر اگر آپ دعا مانگنا چاہیں تو مانگیں ۔ اللہ سے دعا کرنا کونسا منع ہے لیکن اگر آپ یہ چاہیں کہ دفن مسنون طریقے پر ہو تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ حضورؐ جنازہ پڑھاتے ، ہاں جو جنازے حضورؐ نے غائبانہ پڑھائے کچھ اصحاب ایسے ہیں جو جنگوں میں شہید ہوئے وہیں دفن ہو گئے ۔ لیکن حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کے جنازے غائبانہ پڑھائے اور غائبانہ جنازے نہ میت موجود ہوتی تھی نہ دفن کا کوئی مسئلہ ہوتا تھا تو جنازہ پڑھانے کے بعد حضورؐ نے دعا فرمائی اب یہ مسئلہ جو ہے پھر متنازعہ فیہ ہے حنفیوں کے نزدیک ۔ وہ خصوصیت تھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے بعد کسی کو غائبانہ جنازہ پڑھانے کی کسی کو اجازت نہیں ۔ یہ مسلک ہے حنفیوں کا اور یہ جو ہمارے ہاں پڑھے جاتے ہیں یہ جنازے دینی نہیں ہوتے سیاسی ہوتے ہیں ۔ اگر دینی ہوتے تو اور مسلمانوں کے غریب غرباء کے بھی پڑھے جاتے جہاں کوئی سیاسی سٹنٹ ہوتا ہے وہاں

"جغائبانہ جنازے کھڑے ہو جاتے ہیں ' سیاسی مفاد نہیں ہوتا تو کوئی نہیں پروا کرتا تو اس کا دین سے تعلق نہیں ہے یہ تو ایک سیاسی پہلو ہے ۔ تو حنفیوں کے نزدیک حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد صحابہ کرامؓ نے کسی کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا۔ تابعین نے نہ تبع تابعین نے پڑھا ' جہاں تھا بندہ وہاں جنازہ پڑھا گیا۔ دفن ہو گئے بات ختم ہوگئی تو غائبانہ جنازے نہیں پڑھے گئے ۔ لہٰذا جو حنفی کہتے ہیں جو حضورؐ نے پڑھے نبی علیہ السلام کی شفقت تھی کہ وہ لوگ آپکے اشاعت دین کے فریضے پر جانیں نثار کر رہے تھے تو حضورؐ کی شفقت تھی ۔ حضورؐ نے جنازہ پڑھا دیا پھر اس میں آگے بحثیں چلتی ہیں ۔ محدثین کرام کہتے ہیں کہ حضورؐ نے غائبانہ کب پڑھا حضورؐ کے لئے تو وہ میت حاضر ہو جاتی تھی ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو مشاہدہ ہوتا تھا یا آپ حاضر تھے ۔ بہت سی اس میں لمبی بحث ہے ۔ بہرحال حاصل یہ ہے کہ وہ خصوصیت تھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی تو ان جنازوں میں حضورؐ نے جنازے کے بعد دعا مانگی ۔ میں کل وہاں گاؤں میں جنازہ پڑھنے گیا ایک بزرگ آدمی کا جنازہ تھا تو یہ رواج ہو گیا ہے سب نے دعا مانگی ۔ جو نہیں مانگنے والے تھے انہوں نے نہیں مانگی ۔ ہم نے نہیں مانگی ۔ ہم اسے ضروری نہیں سمجھتے ' جنازہ پڑھا اور قبر میں دفن کرنے کے بعد دعا مانگ لیں ایک مسنون طریقہ ہے ہم اسے کیوں چھوڑیں اور اب جبکہ اس میں خلط ملط کیا جا رہا ہے اس پر اصرار کرنا اور بھی ضروری ہے کہ کہیں وہ کوئی سنت طریقہ بھی تو باقی رہ جائے یہ نہ ہو کہ سارے ہی شاباں شاباں دیکھ کر اس میں مل جائیں۔

سوال : شرعی لحاظ سے رسم قل خوانی کی کیا اہمیت ہے اور اس وقت دیگیں پکا کر لوگوں کو کھلانی چاہیے یا نہیں ؟

جواب : ارے بھائی یہ قل خوانیاں نہیں ہوتیں ۔ یہ ہوتا ہے ذاتی رعب داب اپنی وہ دکھانے کے لئے کہ بابا مرگیا میں نے یہ کردیا وہ کردیا ۔ بابا بھوکا مرجاتا ہے لوگوں کو حلوہ کھلاتے ہیں ۔ یہاں تو جو ہم دیکھتے ہیں وہ یہی ہوتا ہے کہ مریض مرتے دم تک پانی کے گھونٹ کو ترستا رہتا ہے پانی کوئی نہیں دیتا وہ مر چکتا ہے تو دفن نہیں کرتے جب تک گوشت حلوہ تیار نہ ہو جائے کہ لوگ بغیر کھائے نہ چلے جائیں ۔ پھر سارے شہر کی دعوت کی جاتی ہے تو مجھے یاد ہے کہ ہمارے گاؤں کا ایک بھائی دولت مند تھا اور دوسرا بہت غریب تھا تو زندگی بھر تو وہ اس غریب بھائی کو بلاتا نہیں تھا ' گھر آنے نہیں دیتا تھا اسکی مدد نہیں کرتا تھا ۔ بیوی اسکی زیادہ منع کرتی تھی اس طرح کا کوئی معاملہ انکا ذاتی تھا بہرحال اسے اسکے بھائی کے ہونے نہ ہونے کا کوئی فائدہ نہیں تھا وہ غریب مرگیا ۔ باہر جنگل میں رہتا تھا ۔ ڈیرے پر میت گاؤں لے آئے تو اس کے بھائی نے دو تین وہیڑیاں ذبح کرا دیں اور بڑی دعوت بنائی اور اس وقت بڑے بڑے ہوتے تھے کٹوے ۔ اتنے بڑے بڑے مٹکے سے ہوتے تھے انہیں کٹوا کہتے تھے تو گاؤں کے حجام گوشت پکاتے تھے اور معلی اس کے نیچے آگ جلاتے تھے ' ضابطے ہوتے تھے ' دیہات کے ۔ تو وہ ایک لمبا سا چولہا بناتے ۔اس پر بیس پچیس کٹوے آ جاتے اور سارا نیچے اس کے آگ جل رہی اور اوپر وہ رکھے اور حجام بھاگ بھاگ کر اس میں گوشت پکا رہا ہے تو وہ بڑے پکائے گئے کٹوے اور روٹیاں پکائی گئیں ۔ یہ ڈرم کاٹ کر اس کا بڑا سا توا بنا لیتے تھے اور اس پر چھ چھ ' سات سات ' آٹھ آٹھ روٹیاں ڈال کر ایک وقت بڑی بڑی چپاتیاں چھلکے سے پکاتے تھے تو لوگ جب وہ کھانے کی باری آئی آؤ بھائی کھاؤ ' آؤ بھائی کھاؤ تو دو تین لوگوں نے سر جوڑا ۔ ایک نے کہا ایسا کرتے ہیں ایک کٹوا اٹھاؤ تو وہ کٹوے اٹھاتے تھے رسی اسی باندھ کر اوپر سے لکڑی ڈال کر ورنہ تو وہ بہت گرم ہوتا تھا آگ سے اترا ہوا ۔ تو انہوں نے اسے ڈال کر اٹھانا چاہا تو جو کھلا رہے تھے تو انہوں نے پکڑ لیا بھائی یہ کیا کرتے ہو کھانے کے لئے ہے تو لوٹ کر لے جا رہے ہو انہوں نے کہا نہیں ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ ساری زندگی گوشت کو ترستا مرگیا اس کی قبر میں سوراخ کر کے ایک کٹوا ادھر ڈالتے ہیں ۔ تو ان کا مقصد یہ تھا کہ اس غریب کو تو آپ

نے ساری عمر پانی نہیں پوچھا۔ اب مرگیا تو اتنا گوشت عام کر دیا کہ کئی گاؤں کھا رہے ہیں تو انہوں نے اُن کا مذاق اڑانے کے لئے یا انہیں رسوا کرنے کے لئے کہا بھائی ہمارا خیال ہے کہ اس کی قبر میں سوراخ کر کے ایک کٹوا ادھر بھی ڈالتے ہیں وہ بھی چکھے تو سہی گوشت کیسا ہوتا ہے۔ زندگی میں تو اسے نصیب نہیں ہوا۔ تو یہ سارے میلے ٹھیلے ہیں زندوں کا رعب داب جمانے کے لئے۔ ایک قاعدہ ہے جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے تو دوست احباب قریب دور نزدیک سے آ جاتے ہیں انہیں کھانا وانا کھلانا ہوتا ہے اس کے لئے ذمہ داری ہے مرنے والے کے اعزا و اقارب کی۔ قریبوں کی کہ انہیں کھلانے کا اہتمام کریں۔ تین دن تک مرنے والے کے گھر سے کھانا نہ کھایا جائے۔ اس کی اتنی مدد کرنا یہ اسکی برادری کا ' رشتہ داروں کا ' دوستوں کا فرض ہے۔ ہمارے ہاں قاعدہ ہے تین کے بجائے آٹھا سات دن بھی اسکی باری نہیں آتی۔ رشتہ دار باری باری آنے والے مہمانوں کو کھانا دے دیتے ہیں۔ مقامیوں کو گھر سے کھانا چاہئے۔ اب ایک بندہ جو دور سے آیا ہے دعا کرنے کے لئے کھانا تو ساتھ باندھ کر نہیں لائے گا لیکن عام نارمل حالات میں جو آپ کھاتے پیتے ہیں اسی طرح کا کھانا ان کے لئے بھی ہونا چاہئے۔ اس میں دعوت کے اہتمام کی ضرورت نہیں اور الحمد للہ ہمارے ہاں اس طرح ہوتا ہے۔ ہمارے دیہات میں اس طرح کا رواج ہے۔ رشتہ دار جو ہیں وہ کر دیتے ہیں۔ اب کہیں لوگ اپنا رعب جمانا چاہیں تو وہ گوشت ووشت بھی پکاتے ہیں اور بڑا شوشا بھی بناتے ہیں۔ ہر جگہ ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ مجھے یاد ہے وہاں ان کاٹھیے والوں نے ایک دفعہ طے کیا جی بس دال روٹی دی جائے گی۔ یہ بہت زیادہ خرچ ہو جاتا ہے تو آنے والوں کے لئے دال روٹی دی جانی چاہئے۔ وہ ایک آدمی کا باپ مرگیا ' دال روٹی پہ مہمانوں کو ٹرخایا گیا۔ دوسرے کا باپ مرا اس نے پھر بیل ذبح کر دیئے اور گوشت پکوایا تو اس کہا یار مجھے تو آپ نے بڑا مجبور کیا اور دال کھلائی میں نے لوگوں کو۔ تم نے بیل ذبح کیا۔ اس نے کہا تو تمہارا باپ کوئی میرے باپ جیسا تھا۔ میرا باپ ایسا تھا کہ لوگوں کو دال کھلائی جائے تمہارا تو باپ ہی ایسا تھا تو بہرحال ان چیزوں کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ شرعی قاعدہ تو یہ کہ اب ایک آدمی باہر سے آگیا ہے۔ اگر اسے کھانا کھانا ہے تو اسے کھلانا پڑے گا تو چاہئے کہ تین دن تک تو اعزا و اقارب کو چاہئے کہ ایسے لوگوں کو کھانا کھلا دیں اور چوتھے دن ماتم مرنا ختم ہو جاتا ہے بات ہی ختم ہو گئی ہر کوئی اپنے کام پر جائے۔

قل خوانی پر خیرات

قل خوانی ہوتی پتہ نہیں کیا ہے۔ زندگی بھر اگر کسی کو توفیق نہ ہو تو قل اسکی کیا مدد کریں گے۔

سوال : دار العرفان میں تقریبا ہر آدمی علماء اور ناظم اعلی سے لیکر ادنی تک مسجد میں یا باہر سڑک پر جب چلتا ہے تو اپنے ہاتھ پیچھے باندھ کر چلتا ہے جیسے مجرم کو سپاہی لے جارہا ہے۔ اگر مغروری سے کرے تو اسی کا ساتھی جنکی چال ہے۔ لاپرواہی سے کرے تو انگریز کا ساتھی۔

جواب: انگریز کیا پیچھے ہاتھ باندھ کر چلتے ہیں ؟ انگریز تو ساری عمر اس طرح (آگے پیچھے ہاتھ ہلا کر) چلتا ہے تو نبی کریم تو بیت الخلاء سے بیت اللہ تک جانے کا طریقہ بتا گئے ہیں۔

سوال : جناب عالی مسجد کے صحن یا اوپر میں نے اکثر حضرات کو اپنی ڈاڑھی کنگھی کرتے دیکھا ہے تو بات یہ ہے کہ ایک بال یا اس کے برابر کوئی چیز گر جائے تو ایسے ہے جیسے کوئی مردار جانور لا کر پھینک رہے ہیں۔ ان مسائل کا حل المرشد میں تحریر کر دیں۔

جواب : المرشد والے سن رہے ہیں بے شک لکھ دیں (تمام ساتھیوں سے گذارش ہے کہ اس معاملے میں احتیاط کریں۔ ادارہ)

سوال : خدام الدین میں لکھا ہے کہ پگڑی کا حصہ جسے ہم بیک سائیڈ پر رکھتے ہیں نصف کمر سے نیچے نہیں ہونا چاہئے جو حضرات آپ کے ساتھ سندیں تقسیم کرواتے

ہیں انکی پگڑی تو بیٹھے زمین پر لگ رہی ہو گی اکثر حضرات زمین پر جلسے اور قعدے کا اہتمام نہیں کرتے ان کو بھی توجہ کرائیں۔ مجھ سے کوئی گستاخی ہو گئی ہے تو معاف کریں۔

جواب: معافی کون سی بات کی؟ بات یہ ہے برخوردار ہر کام کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے یہ جتنی باتیں آپ نے لکھی ہیں یہ ساری امور عادیہ میں سے ہیں سوائے اس کے کہ مسجد کے اندر کوئی چیز نہ پھینکی جائے اس سے احتیاط کی جائے۔ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے باقی جتنی باتیں آپ نے لکھی ہیں ان کا تعلق امور عادیہ سے ہے۔ عادات میں یہ ہوتا ہے کہ اگر آدمی کو طریقہ پتہ ہو مسنون اور اس کے مطابق کرے تو بہت اعلیٰ ہے۔ نہ جانتا ہو یا نہ کر سکے تو گناہ نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ از قسم عادات ہوتا ہے از قسم عبادات نہیں ہوتا تو ہمارا حال واقعی یہ ہے کہ ہمیں عقائد کی فکر نہیں ہے۔ فرائض کی فکر نہیں ہے اور امور عادیہ میں بعض دینی جماعتوں نے ان پر INSIST کر کے لوگوں کی توجہ ادھر کرا دی ہے۔ رزق حلال نہیں کمائیں گے، بچے ذلیل ہوتے رہیں گے۔ بیویاں پریشان پھرتی ہوں گی۔ آپ سال سال غائب رہیں گے اور ٹخنے سے اوپر یا نیچا رکھنے کا اہتمام ہو گا۔ مسواک ضرور کرنا ہو گا۔ یہاں میں نے کتنی دفعہ جلائے تو جان چھوٹی۔ ہر دیوار میں مسواک، ہر صحن میں مسواک، ہر چٹنی پر جدھر جاؤ میں نے کہا یار تندور جلایا کرو ان سے وہ جو ٹوپیاں کبھی استعمال نہیں کرتے یہاں بوریاں رکھ دیتے تھے اور پھر ساری مسجد میں گند وہ کالی سیاہ ہو جاتی ہیں استعمال سے۔ پھر جو آتا وہ پھٹا ہوا پاسا پیچھے کر کے دوسرا آگے کر کے پھر نماز شروع کر دیتے۔ وہ بھی میں نے تندور میں جلوائیں کہ اس سے ننگے سر پڑھو تو اچھی بات ہے۔ اگر امور عادیہ میں بھی ہر عادت شریفہ کی پیروی کی جائے اسے مطالعہ کیا جائے تو اچھی بات ہے لیکن ہر چیز کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔ عقائد سے شروع کریں فرائض پر آئیں، سنن پر آئیں۔ واجبات پر آئیں، مستحبات پر آئیں اور پھر عادات پر آئیں اور اگر محض عادات پر (اسٹ) کرتے رہے اور مستحبات سے لے کر فرائض تک ضائع کرتے رہے تو کمی پوری نہیں ہو گی۔ یہ ضروری بات ہے کہ آپ کی ایک ایک عادت کو اپنایا جائے۔ بات کرنے کے انداز کو۔ اٹھنے، بیٹھنے کے انداز کو، کھانے پینے کے انداز کو ایک ایک بات کو اپنایا جائے لیکن ہر چیز کی اہمیت کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ فرض کو سنت کے ساتھ خلط کر دیں تو صحیح نہیں رہے گا۔ فرض فرض ہے، سنت سنت ہے۔ اسی طرح واجب واجب ہے۔ مستحب مستحب ہے اور امور عادیہ امور عادیہ ہیں۔ ہر ایک چیز کی اپنی اہمیت ہے۔

(اس جگہ محبوب صاحب نے کہا) یہ اس شخص نے غالباً مجھے دیکھا ہے۔ میں ہمیشہ پیچھے ہاتھ رکھتا ہوں۔ میرا بیلنس صحیح نہیں۔

حضرت مد ظلہ العالی: نہیں آپ تو بغیر ہاتھ رکھے چل ہی نہیں سکتے وہ ایک وقت وہ زمانہ اس پر بھی آئے گا اسے ضرورت تب پڑے گی کہ ہاتھ پیچھے رکھنے پڑتے ہیں تو وہ وقت بتا دے گا۔ وہ کسی نے پوچھا تھا نا کہ بابا یہ کمان کتنے میں خریدی ہے اس نے کہا بیٹا وقت آنے دو مفت ملے گی۔ وہ بابا جھک کے جا رہا تھا ناں کسی نے پوچھا بابا یہ کمان کتنے میں بنوائی ہے اس نے کہا جناب وقت آنے دو آپ کو مفت ملے گی۔ کسی کی مرضی کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے یا پشت کو سپورٹ دینے کی وجہ سے بس ہماری عادت یہ ہے کہ یہ نہیں سوچتے کہ شاید کسی کو کوئی مجبوری بھی ہو۔

سوال: صاحب کشف ساتھی ویسے تو عام مشاہدات کر لیتے ہیں کیا مراقبات میں کشف ہونا لازم ہے یا بغیر کشف مراقبات ہو جاتے ہیں۔

جواب: مراقبات کے لئے صاحب کشف ہونا کوئی ضروری نہیں۔ مراقبات کے لئے کیفیات کا ہونا ضروری ہے۔ اس مراقبے کی خصوصیات جو ہیں وہ حاصل ہو جائیں مثلاً مراقبہ احدیت کی خصوصیت یہ ہے کہ بندے کو توحید باری پہ بہت اعلیٰ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور غیر اللہ کے

ساتھ اسکی امیدیں منقطع ہونا شروع ہو جائیں اور اللہ پر اعتماد بڑھنا شروع ہو جائے ۔ ایسا ایک دم نہیں ہوتا اور نہ ہر بندے میں تبدیلی ایک سی آتی ہے ۔ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو آن واحد میں بدل جاتے ہیں ایسے بھی ہیں جنہیں بدلنے میں کافی عرصہ درکار ہوتا ہے۔ ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں تبدیلی آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ۔ ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں بڑی آہستہ آہستہ تبدیلی آتی ہے محسوس نہیں ہوتی ۔ لیکن یہ اس بندے کو خود اندازہ کرنا چاہئے کہ قاعدہ یہ ہے " **سیخرجھم من الظلمت الی النور** " اللہ کی توحید پر اعتماد بحال ہو رہا ہے اور غیر اللہ سے امیدیں گھٹ کم ہونا شروع ہو رہی ہیں۔ گھٹتی جا رہی ہیں تو یہ احدیت کے مراقبے کی برکات ہیں جنکا وارد ہونا ضروری ہے ۔ مشاہدہ کرا دے تو اللہ کی عطا ہے ۔ اس کا انعام ہے ۔ مشاہدہ نہ ہو تو اس کا ہونا ضروری نہیں کہ ایک وقت آتا ہے جب مشاہدہ مومن تو کیا کافر کو بھی ہو جاتا ہے ۔ عند الموت نزع کے وقت فرشتے ' آخرت' برزخ ' ہر چیز نظر آتی ہے اور کسی کے مقامات ہوں تو اسے اپنے مقامات بھی نظر آئیں گے تو مشاہدہ تو ہونا ہے ایک وقت میں ۔ تو وہ وقت جب آئے تو وہ مراقبات یا وہ مقامات اللہ کرے بندے کے پاس ہوں ۔ اسی طرح معیت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ کا احساس ہو جاتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ایک سا ہی ہو ۔ ساری عمر بڑھتا رہتا ہے ۔ ترقی ہوتی رہتی ہے یا خدانخواستہ کوتاہی ہو جائے تو اس میں کمی آنا شروع ہو جاتی ہے " چالیس سال گذارنے کے بعد میں نے یہ سمجھا کہ کسی حد تک اب معیت باری کا احساس ہونا شروع ہوتا ہے ۔ اب یہ اللہ کی مرضی ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں پہلے دن سے ہے لیکن شاید اتنا فرق آتا ہے چلا جاتا ہے کہ محسوس ہوتا ہے اب ہوا ہے ۔ پہلے تھا ہی نہیں ۔ بابا تو یہ کیفیات زندگی بھر ہر ہر مراقبے کی کیفیات زندگی بھر ترقی کرتی رہتی ہیں ۔ اسی طرح اقربیت پر قرب باری کا ایک شعور ہوتا ہے جو آپ کو نماز میں روزے میں عبادات میں وہ اس میں مدد کرتا ہے جو حضورؐ نے فرمایا کہ " **ان تعبد اللہ کانک تراہ** " تو ان کیفیات کا پھر ان کیفیات میں اتنی قوت ہو کہ یہ ہماری عملی زندگی کو متاثر کر سکیں یہ چیز ضروری ہے ۔ مشاہدہ ہو تو اللہ کی عطا ہے ۔ اللہ کا انعام ہے اچھی بات ہے اور نہ تو ہو ماشاء اللہ۔

سوال : حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میں نے قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تو کیا ہر ولی حسب ضرورت دین کی رہنمائی حضور اکرم صلی اللہ و سلم سے حاصل کر سکتا ہے۔

جواب : یقیناً کر سکتا ہے ' لیکن کوئی ایسی نئی بات نہیں ہوتی جو آج ارشاد فرمائی جائے ۔ نبی جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو وہ پورا مکمل دین عطا کر کے رخصت ہوتا ہے ۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ۔ ولی جو رہنمائی حاصل کرتے ہیں وہ جو کسی حکم کے دو تین چار پہلو ہوتے ہیں اس میں سے کونسا پہلوا زیادہ مبارک ہے یا وقت کے لحاظ سے کونسا زیادہ مناسب ہے اس طرح کی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے ۔ کوئی نیا حکم نہ حضور ارشاد فرماتے ہیں نہ کوئی حاصل کر سکتا ہے اور نہ اسکی ضرورت باقی ہے ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا دنیا سے تشریف لے جانا جو ہے وہ تب ہوا جب دین کا ہر چھوٹا بڑا حکم آپ نے پہنچا دیا " **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** " جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو رہے تھے ' جبکہ صحابہ خوشیاں منا رہے تھے کہ دین مکمل ہو گیا ۔ یہ میدان عرفات میں نازل ہوئی تو جب صحابہ نے دیکھا مبارک دینے کے لئے ان کے خیمے میں گئے ' دیکھا تو رو رہے ہیں تو فرمایا خوشی کا موقعہ ہے آپ رو رہے ہیں ۔ ہاں بہت خوشی کا موقعہ ہے کہ دین مکمل ہو گیا ہے لیکن یہ یاد رکھو کہ دین مکمل ہو گیا ہے تو حضورؐ کی دنیا میں رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی اور پھر وہی ہوا اس کے بعد بیاسی یا تراسی دن حضورؐ دار دنیا میں جلوہ افروز رہے اور پھر دنیا سے پردہ فرما گئے تو کوئی نیا حکم نہ کسی صحابی کو نہ کسی ولی کو نہ کسی

صاحب کشف کو ملتا ہے ۔ اس لئے کہ وہ سارا کچھ جو تھا وہ مکمل حضور نے پہنچا دیا۔

سوال : کئی بریلوی بزرگوں کو یہ دعوی ہے کہ ہم سلوک میں اس مقام پر ہیں تو کیا انہیں کسی مراقبے میں یا خواب میں حضور اکرم ؐ نے انہیں نہیں فرمایا کہ دین میں اپنی رائج کردہ بدعتیں ختم کرو یا ان کے دعوی غلط ہیں۔

جواب : یہ تو دعوی کرنے والے کی اپنی ذمہ داری ہے کہ وہ کیا کہتا ہے ۔ لیکن بدعت کے ساتھ سلوک جمع نہیں ہو سکتا۔ اب سلوک یہ ضروری نہیں کہ دعوی کرنے والے کو واقعی خبر ہو کہ سلوک چیز کیا ہے ۔ کسی کو یہ بتا دیا جاتا ہے کہ اتنی سیحات پڑھنا روزانہ فلاں مقام ہے اور اتنی سیحات پڑھنا فلاں مقام ہے ۔ اب وہ ساری عمر اسی میں رہتا ہے کہ یہ سیحات میں پڑھ لیتا ہوں مجھے وہ مقام حاصل ہے ۔ بدعت اور سلوک دو چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہوتی ۔ سلوک اعلی ترین برکات ہیں جو وراثت میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی اور بدعت قاطع ہوتی ہے سنت کی ۔ ہر بدعت سنت کی عمارت گرا کر اس پر کھڑی کی جاتی ہے وہاں سے جہاں کوئی بدعت شروع کی جاتی ہے وہاں سے سنت گرتی ہے تو بدعت آتی ہے ورنہ وہاں ایک مسنون طریقہ ہے ناں اس طریقے کو آپ چھوڑیں گے تو بدعت کو اختیار کریں گے ۔ تو جب سنتیں گرا کر انکی جگہ بدعات لائی جائیں تو ایسا آدمی صاحب سلوک ' صاحب حال نہیں ہو سکتا یہ ممکن نہیں ہے ۔ اب وہ الگ بات ہے کہ وہ کس بات کو سلوک سمجھ رہا ہے اسے بتانے والوں نے کیا بتایا ہے کہ یہ جو کچھ ہم آپ کو بتاتے ہیں یہ سلوک جو ہے یہ اکثر کو اسکی خبر بھی نہیں ہوتی۔

سوال : تصوف کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ صاحب حال کو گناہ گار آدمی کا پتہ چل جاتا ہے ۔

جواب: نہیں ایسی نہیں بات کہ ہر گناہ گار کا ہر وقت پتہ چل جاتا ہے ۔ کسی کی اصلاح کے لئے اللہ کریم کسی کو کوئی اشارہ بتا دے تو وہ الگ بات ہے ۔ وہ شروع سے ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔ لیکن ہر آدمی کا حال اللہ کے پاس ہوتا ہے اور وہ اپنے پاس ہی رکھتا ہے وہ ایک واقعہ موسی علیہ السلام کے بارے لکھتے ہیں کہ قحط سالی ہوئی بہت بڑی تو لوگ مرنے لگے ۔ تو دعا کی بار الہا بہت زیادہ قحط سالی ہے تو فرمایا تمہاری قوم میں ایک چغل خور ہے ۔ اسکی اس چغلی کی جو ہے نحوست اس نے ساری قوم کو وبال میں مبتلا کر دیا ہے حضرت موسی نے عرض کیا بار الہا ارشاد فرمائیے وہ بندہ کون ہے میں اسے کہوں توبہ کرے ۔ اللہ کریم نے فرمایا تمہار خیال ہے میں چغلی کھاؤں ۔ اگر چغلی خوری پر اتنی مصیبت نازل کر رہا ہوں تو میں کیا خود وہ کام کروں گا۔ ساری قوم کو کہو باہر نکل کر توبہ کرے ان میں وہ بھی آ جائے گا اور پھر وہ آگے لکھتے ہیں جب وہ نکلے توبہ تائب کر کے باہر دعا مانگنے کے لئے نکلے تو موسی علیہ السلام نے راستے سے لوٹا دیا کہ ایک کڑی الٹی پڑی ہوئی ہے وہ بڑی آہ و تضرع سے دعا کر رہی ہے ۔ اب تمہاری دعا سے اسکی دعا زیادہ موثر ہے ۔ تم بارش سے بچنے کی کوشش کرو جاؤ یہ اس کا ایک اپنا نظام ہے تو وہ چغلیاں نہیں کھاتا کسی کی ۔ کسی کا حال دوسرے کو نہیں بتاتا۔ ہر بندے کا حال اسکے اپنے ساتھ ہے ۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ کسی کی اصلاح کے لئے کسی پر کسی وقت کوئی منکشف کر دے جو اس کے فائدے کے لئے ہو جائے تو یہ جزوی طور پر کچھ ہو جانا بطور کرامت منع نہیں ہے ۔ ورنہ اس طرح نہیں ہوتا۔

سوال : حضرت علیؓ حضرت امیر معاویہؓ نے قصاص حضرت عثمانؓ کے بارے میں حضور اکرم ؐ سے کیوں رہنمائی نہ لی ۔ حالانکہ ہر ولی اللہ کو حضور اکرم ؐ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔

جواب : حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ قصاص عثمانؓ پر متفق تھے ۔ آپ کو کس نے بتایا کہ ان میں اختلاف تھا ۔ اختلاف اگر تھا تو حضرت معاویہؓ فرماتے تھے کہ ابھی سے اس سارے گروہ کو گرفتار کر کے سزا دی جائے ۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ

ان ناسازگار حالات میں ان سے ٹکر لینا ایک اور فتنے کو ہوا دینے کے برابر ہے۔ ایک بات۔ دوسری بات یہ ہے کہ سارے گروہ کو ہم شرعاً سزا نہیں دے سکتے۔ قتل کے بدلے میں وہ بندہ قتل ہوگا جو قاتل ہے۔ اسکی تحقیق کی جانی چاہئے تو اختلاف اس کے انعقاد پر تھا جو دونوں اعتبار سے دونوں طرف شرعی دلائل تھے۔ اسے اچھالا اتنا گیا اور روافض نے اس میں اتنی گرہیں لگائیں کہ اسے انہوں نے تماشا بنا دیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ میں کوئی جنگ نہیں ہوئی جو جنگ ہوئی وہ یہ تھی کہ جب چلی مشاورت کی بات مسافرت چلی۔ ادھر کے سفیر ادھر گئے ادھر سے ادھر گئے کہ اس مسئلے کو حل کیا جائے تو سوتے ہوئے اس لشکر نے جو قاتلان عثمان وہ آٹھ نو سو بندے جو تھے انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا وہ سو رہے تھے۔ وہ اٹھے تو وہ دفاع کرنے لگ گئے تو یوں وہ لڑائی ہوئی اور دوسری یوں ہوئی کہ جب انکی وہ چال بھی کامیاب نہ ہوئی حضرت امیر معاویہؓ نے حکم دیا کہ قرآن کو نیزے پہ اٹھا کر اعلان کرو کہ بھئی ہمیں قرآن پر فیصلہ کرنا ہے۔ اس تلوار پر نہیں تو انہوں نے وہ گروہ جو ہے وہ الگ ہو گیا کہ اب اگر قرآن پہ فیصلہ ہے تو ہم مارے جائیں گے۔انہوں نے کہا یہ ایک نہیں معاویہ نہیں علی بھی کافر ہے (نعوذ باللہ من ذلک) لہٰذا وہ خارجی کہلائے انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو ہمارے ساتھ نہیں آتا وہ مسلمان ہی نہیں ہے اور یہ سارے لوگ کافر ہیں۔ صرف ہم آٹھ ' سات سو آدمی مسلمان ہیں۔ دوسری جنگ خارجیوں اور حضرت علیؓ کے درمیان ہوئی اور وہ جو واقعہ گھڑا گیا ہے کہ جی وہ ثالث چنے گئے اور ثالثوں نے حضرت علیؓ کو معزول کر دیا اور حضرت امیر معاویہ کو خلیفہ بنا دیا وہ سارا [illegible]ٹ ہے۔ اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ کسی تاریخ میں ثابت نہیں کہ حضرت علی کی خلافت صحیح نہیں مجھے خلیفہ بنایا جائے یہ کوئی جھگڑا ہی نہیں تھا۔ خلافت کا تو جھگڑا ہی نہیں بات اس سزا دینے کے طریقے پر تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ فرماتے تھے کہ عثمانؓ ایک بندہ نہیں۔ مسلمانوں کا امیر المومنین شہید کیا گیا۔ یہ ملک کے خلاف حکومت کے خلاف سازش ہے اور یہ جو نو سو ' آٹھ سو بندہ سازشی ہے۔ یہ سارے تہ تیغ کئے جانے چاہئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ پہلی بات تو یہ کہ ہم ان سے ٹکر لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ یہ آٹھ نو سو بندہ تو یہاں آیا۔ یہ کوفے سے آئے مصر سے آئے ' بصرے سے آئے وہاں ان کے مراکز ہیں اور یہ ہمارے خلاف ایک فورس بن جائے گی۔ خانہ جنگی کا سبب بنے گی ۔ اس وقت حکمت عملی چاہئے ان میں سے تحقیق کی جائے اور قاتل کو سزا دی جائے اور اس فساد کو آگے نہ بڑھایا جائے۔ یہ رائے تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی رائے یہ تھی کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر یہ یہاں سے بچ گئے تو یہ آپ کو قتل کرنے کا سبب بھی یہی لوگ بنیں گے اور یہ حکومت اسلامی کو پھلنے نہیں دیں گے اور واقعات نے حضرت امیر معاویہؓ کی رائے درست ثابت کر دی اور دلائل حضرت علیؓ کی رائے ثابت کرتے آئے۔ لیکن بعد میں جو سیاسی واقعات ہوئے اور جس بے دردی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شہید کیا گیا اور جتنا عرصہ پانچ سالہ عہد خلافت مسلمانوں کو خانہ جنگی میں مبتلا رکھا گیا وہ باتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ والا نسخہ استعمال کیا جاتا تو شائد یہ مرض دب جاتا تو یہ ان بزرگوں کے اختلافات نہیں تھے انکی رائے تھی۔ دونوں کی رائے صائب تھی اور دونوں صاحب الرائے تھے۔ ایک نبی علیہ السلام کا داماد تھا اور ایک نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا سالہ تھا۔ دونوں آپ کے خاندان کے تھے۔ دونوں آپ کے قریبی تھے۔ دونوں پائے کے صحابی تھے۔ حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ جنتیوں میں سے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کے لئے حضورؐ نے فرمایا تھا وہ قطعی جنتی ہیں۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد ارشد (بوریوالہ) کی والدہ ماجدہ اور عبدالحمید (فیصل آباد) کی والدہ ماجدہ اور محمد اسلم (بیکلی) گجرات کے والد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

In our college because we all stand in the same circumstances and we are all at the same stage of learning. We have organized for our selves sessions in which an outside speaker comes in from different religious organizations or simply people that we know. Every week we have a theme that we discuss. In the meeting we can ask questions as well as put our own points forward.

As well as the Islamic meetings we also celebrate Eid Milad Un Nabi. This is celebralced by people reading nasheeds and the programme is started off by recitation from the Quran, after this translation in Urdu and English is read. This is an all woman's programme that is organized by the teachers and the students. For this we get an audience of 200 and the numbers keep rising every year. In fact we got non-muslims coming to these celebrations too. This shows that people do want to learn and it is't only young people who are interested.

In Ramadan we are most active in our religious education. We organize rooms for prayers and we also give facilities for wozu and reciting the Quran. People use these facilities well.

I am proud to say that this year three sisters learned to read the Namaz because of the opportunity that they were given at the college. They came regularly to prayers and have started to read at home.

One thing that struck me about parents here in Britain is that they send their children up to the ages of 13 to local Islamic schools after the normal day time schooling. The Islamic schools are run by elders of the community. Although there is a small fees of one pound to pay, which is equivalent to 50 rupees.

This year there was another aspect the sisters achieved religion wise at our college. This was wearing the Hijab, 98% sisters wore the Hijab in the month of Ramadan and 85% decided to keep on wearing it after Ramadan. This was big a step for most sisters because of the backgrounds that they come from but if is a step that they are all proud of. I have also to know from my brother that is not only sisters that are playing an important part in achieving something religion wise. Brothers here are also active in doing something for themselves. I was very pleased to hear that brothers

have organized Jumma prayers on the premises of their high school. As well as this the more important prayers are read at a local mosque near the college.

One last point that I would like to make is people in Pakistan, as sister Sadaf stated in her article, who think that not fasting in the month of Ramadan is fashion and people who use words like BACKWARD and FUNDAMENTALISM of brothers and sisters who express their valuable knowledge on Islam need some serious HELP and I pray to Allah that these people change before their time is up.

Finally I would urge brothers and sisters all over the world to write about the situation that they are in as young Muslims and what should be improved. May be in this way we will all take one step further in reaching the noble stage that was designed by the Almighty, the Divine and sotcmn stage of Al Jannah.

Ameen.

صفحہ نمبر ۴۰ سے آگے

دنیوی زندگی کو بھی متاثر کرتا ہے اور دنیا میں بھی ذلت جو ہے وہ مقدر بن جاتی ہے گھر میں ذاتی زندگی میں قومی اور ملکی زندگی میں اگر اطاعت پیامبر ہاتھ سے چلی جائے تو سوائے ذلت کے باقی کچھ نہیں رہتا۔

اور یہ یاد رکھیں کہ ہر گناہ کرنے والا شخص اگر ہم قومی اعمال کو ایک تالاب سمجھیں تو ہمارا ہر عمل اس میں گرنے والا ایک قطرہ ہے۔ ہر قطرہ اپنا اثر چھوڑتا ہے اس طرح جب گناہوں کے اثرات بھلائی پر غالب آنے لگتے ہیں تو قومی وجود ملنے لگتا ہے اور بالاخر تباہ ہو جاتا ہے جو قومیں ہلاک ہوئیں وہ اسی راستے سے گزری تھیں اگر ہم دامن رسالت تھام کر چلیں تو ہر قدم ایک روشنی پیدا کرتا ہے اور یہ متعدد روشنیاں قومی زندگی کا سامان فراہم کرتی ہیں اور ساری قوم کی عزت و عظمت کا سبب بنتی ہیں۔ اللہ کریم تمام مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و غلامی نصیب فرمائے۔ آمین

ضرورت رشتہ

گورنمنٹ کالج میں اسلامیات کے لیکچرار حافظ قرآن عمر ۳۶ سال اعوان فیملی سے تعلق' کے لئے رشتہ درکار ہے۔ لڑکی کی عمر ۳۰ سال کے قریب تعلیم کم از کم بی اے شریف خاتون ر خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔
رابطہ = میجر قادری صاحب ۲۹ سی تلہ روڈ' لالہ زار کالونی راولپنڈی

دعائے صحت

سلسلہ کے صاحب مجاز ساتھی مولانا نذیر احمد مخدوم صاحب (سرگودھا) پر فالج کا حملہ ہوا ہے۔ ان کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کے لئے درخواست ہے۔

YOUNG BRITISH MUSLIMS, TODAY

By: JOWERIA ZAHID
BRADFORD, ENGLAND

I am writing this article backing up sister Sadaf Akram, who wrote in June edition of "AL MURSHED". I sympathise with sister Sadaf for having to suffer in her own country. I wish the power in me to do something about this extremely serious matter.

I am worried about my country. A country that I was born in 17 years ago. a country that is withering away. A country that was once made in the name of Islam. Pakistan is a country that us young people should look up to. A country that should act like a real model to us. Islam should dominate every - person's - life - there - but unfortunately that is not so.

I will now talk about the position that I am as a young British Muslim. a person with ambitions in life and a sense of right and wrong. I am not saying that I am a perfect Muslim. I hope I can nearly reach this noble stage in this life.

I would say that the situation here in not as bad as it seems in Pakistan. Young people here have an immense and sound knowledge about Islam and if they don't then they try to find out as much as they can or as it is possible. The only drawbacks here of young people are actually acting on the knowledge that they passess.

Some people may argue and say that we are facing the same problem here in Pakistan but I don't think that the above statement is true. I feel that there is a lot of difference in people living here and people in Pakistan who presumably call themselves Muslims. Young people here who possess religious knowledge like to share with others who are equally eager to learn from each other.

ہماری مطبوعات

حضرت العلامہ مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

○ تصوف

- تعارف
- دلائل السلوک
- دلائل السلوک (اردو)
- دلائل السلوک (انگریزی)
- اسرار الحرمین
- عقائد و کمالات علماء دیوبند
- علم و عرفان

۷/- روپے — ۷۰/- روپے — ۱۰۰/- روپے — ۱۵/- روپے — ۱۰/- روپے — ۱۰/- روپے

○ حیات بعد الموت :

- سیف اویسیہ
- حیات برزخیہ
- حیات النبیؐ
- مذاہب اربعہ اہل سنت کی نظر میں

۲۵ روپے — ۴۰/- روپے — ۲۰/- روپے — ۱۵ روپے

○ شیعیت ۔ تحقیقی مطالعہ :

الدین الخالص	[illegible]/-
ایمان بالقرآن	۳۵/- روپے
تحذیر المسلمین	۴۰/- روپے
تفسیر آیات اربعہ	۱۰/- روپے
تحقیق حلال و حرام	۲۰/- روپے
حرمت ماتم	۱۵/- روپے
ایجاد مذہب شیعہ	۲۰/- روپے
شکست اعدائے حسینؓ	۱۰/- روپے
داماد علیؓ	۱۰/- روپے
بنات رسولؐ	۱۰/- روپے
الجمال والکمال	۱۰/- روپے

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

غبار راہ اوّل	۱۲۰/- روپے
غبار راہ دوم	۱۰۰/- روپے
دیار حبیبؐ میں چند روز	۱۰/- روپے
ارشاد السالکین (اوّل)	۱۰/- روپے
ارشاد السالکین (دوم)	۱۵/- روپے
امیر معاویہؓ	۲۰/- روپے
راہی کرب و بلا	۵/- روپے
عصر حاضر کا امام	۵/- روپے
نور و بشر کی حقیقت	۵/- روپے
حیات طیبہ	۱۰/- روپے

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے اسلامیات، عربی

ذکر اللہ (اردو)	۱۰/- روپے
عظمت صحابہؓ	۱۰/- روپے
المیزان قلب	۲۵/- روپے
تصوف و تعمیر سیرت	۳۰/- روپے
کس لیے آئے تھے؟	۲۰/- روپے
تجلیات	۳۰/- روپے
بزم انجم	۲۵/- روپے
چراغ مصطفوی	۱۵/- روپے
کونوا عباداللہ	۱۰/- روپے
انوار التنزیل	۱۵ روپے
مغالطے	۲۰/- روپے

اویسیہ کتب خانہ

سول ایجنٹ : اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ۔ ٹاؤن شپ لاہور

MONTHLY
AL-MURSHED
Reg. No. L8607
CPL # 3

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریریں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر ـ کہ قرآن
کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ [illegible]
اب تک (۹) جلدیں چھپ چکی ہیں [illegible]
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد [illegible] آرٹ پیپر پر مجلد
دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5180467

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو،وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255